بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درگاہ پرستی

اسلام کی نظر میں

مناظر اسلام شیخ پی. زین العابدین حفظہ اللہ

TNTJ PUBLICATIONS, CHENNAI

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب : درگاہ پرستی اسلام کی نظر میں (ترجمہ)
اصل کتاب : درگاہ وژی پاڈو بزبان تمل
مؤلف : مناظر اسلام شیخ پی. زین العابدین حفظہ اللہ
مترجم : محمد رفیق، پرنام بٹ
کمپوزنگ : SOFTECH کمپیوٹرس، پرنام بٹ۔ Cell:09486248266
طباعت : سن پرنٹنگ ایجنسی
سائز : 1/8 صفحات : 56
تعداد : 3000
اشاعت اوّل : دسمبر 2015
قیمت : -/ Rs.15
ناشر : تمل ناڈو توحید جماعت (TNTJ)
30 ، ارن منائی کارن تے رو، من نڈی، چینئی۔

عرض ناشر

اللہ کے رسول ﷺ نے متنبہ کر دیا تھا کہ اس اُمت کے لوگ بھی ہو بہو پچھلی اقوام کی رسم ورواج کی اتباع اور پیروی کریں گے۔ آج اُن کی یہ پیشن گوئی سچ ثابت ہو رہی ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے دوسرے مذاہب کے اصول وعقائد کو اپنا لیا ہے۔

اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید پر مبنی ہے، یعنی ''صرف ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔ اس کے سوا دوسرے کسی انسان یا درخت یا پتھر وغیرہ کی عبادت ہرگز نہیں کرنی چاہیے''۔ اسلام کے اسی بنیادی عقیدے کو بہت سے لوگ نظر انداز کرتے ہوے، قبروں میں مدفون لوگوں کی اور جھنڈوں کی عبادت کرنے لگے ہیں۔

انبیا کی قبروں کو عبادت گاہ بنانے والی قوم یہود اور عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرنے والے نصاریٰ میں اور ان قبر پرستوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ صدیوں پہلے فوت شدہ اور مدفون لوگوں کے پاس اولاد مانگی جارہی ہیں۔ اپنی غریبی کا رونا رویا جارہا ہے۔ بیماری سے شفا مانگی جارہی ہے۔ درگاہوں میں نذر و نیاز ہو رہے ہیں۔ سجدے کیے جارہے ہیں۔ جانوروں کو ذبح کیا جارہا ہے۔ منتیں کی جارہی ہیں۔ یہ لوگ اسلام ہی کے نام پر یہ سب کام کرتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دین کے ٹھیکے دار اور نام نہاد نقلی علما ایسے شرکیہ کاموں کو جائز قرار دیتے ہیں۔

ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کردینے والے ایسے گناہوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے مناظر اسلام شیخ پی زین العابدین صاحب نے درگاہ وڑی پاڈو بزبان تمل ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں درگاہ پرستی اور شخصیت پرستی کے قائل لوگوں کے سارے دلائل اور ان کے غلط سلط دعوے کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔

اس کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اور اردو دان طبقے میں مزار پرستی کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے کتاب مذکور کا اردو زبان میں برادرم **محمد رفیق** صاحب نے ترجمہ کیا تھا۔ پھر مولوی کے **محمد** ناصر عمری صاحب نے اصل کتاب سے مراجعہ کرکے تصحیح کی اور جو باتیں ترجمے سے رہ گئی تھیں، انھیں ترجمہ کرکے اس کے ساتھ شامل کردیا، جس سے یہ کتاب مکمل ہوگئی۔

چوں کہ قرآن کریم ہر گھر میں موجود ہے۔ اس لیے زیرِ نظر کتاب میں آنے والے 87 قرآنی آیتوں کا عربی متن دانستہ طور پر ہم نے چھوڑ دیا تاکہ اس کی ضخامت کم ہو۔

کھلے ذہن کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کسی بھی شک وشبہ کے بغیر یہ بات اچھی طرح سے جان لیں گے کہ مزار پرستی اور درگاہ پرستی وغیرہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ عقیدۂ توحید کو مضبوطی اور تقویت ملے اور اُس کا بول بالا ہو۔ اور مسلم معاشرے سے شرک کا خاتمہ ہو۔

ناشر

ٹی این ٹی جے پبلکیشنز، چینئی

اسلام کا بنیادی عقیدہ ''لا الٰہ الا اللہ''۔

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں'' اسلام کا بنیادی عقیدہ یہی ہے۔ مسلمانوں کے اس بنیادی عقیدۂ توحید کے بارے میں غیر مسلم بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ مگر افسوس! مسلمانوں میں اکثر لوگ اس عقیدہ کی صحیح سمجھ نہیں رکھتے۔ ''اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے''۔ اس میں دو باتیں شامل ہیں: (۱) اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔ (۲) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔

ان دو باتوں میں پہلی بات کی کسی حد تک سمجھ رکھنے والے مسلمان، دوسری بات کی صحیح سمجھ نہیں رکھتے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ایک طرف اللہ کی عبادت کرتے ہوئے دوسری طرف فوت شدہ لوگوں کے مزاروں، اولیا اور باباؤں کی شکل میں گھومنے والے نقلی علما کی عبادت بھی کر رہے ہیں۔ ان دو باتوں میں دوسری بات ہی اہم ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد یہی تھا۔ نبی کریم ﷺ اللہ کی عبادت اور اس کی صفات کو بتانے کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت سے منع کرنے کے لیے خاص طور پر بھیجے گئے تھے۔ کیوں کہ مکہ والے اللہ کو پہلے ہی سے اچھی طرح جانتے اور مانتے تھے۔ اللہ کی عبادت میں ان لوگوں کو کسی بھی قسم کا تأمل نہیں تھا۔ بلکہ وہ مشرکینِ مکہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے منع کرنے کے خلاف تھے۔ یہ خیالی باتیں نہیں۔ اس کے لیے صریح دلائل موجود ہیں۔

تاریخی دلائل:

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ نبی ﷺ کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ جس کے معنی ہیں ''اللہ کا غلام، اللہ کا بندہ''۔ نبی ﷺ کے دادا نے ان کا یہ نام رکھا تھا۔ نبی ﷺ کے والد کے اس نام ہی

سے پتا چلتا ہے کہ مشرکینِ مکہ اللہ کو اچھی طرح پہچانتے تھے کہ وہی سب کا رب ہے۔

قرآنی دلائل:

ذیل کی قرآنی آیات سے بھی بخوبی پتا چلتا ہے کہ نبی ﷺ پر ایمان نہ لانے والے کفار مکہ اللہ کو اچھی طرح جانتے اور مانتے تھے۔

آپ پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ (تمہارے) سننے اور دیکھنے کی قوتیں کس کے قبضے میں ہیں؟ بے جان سے جاندار کو، اور جاندار سے بے جان کو کون نکالتا ہے؟ اور تمام کاموں کا انتظام و اہتمام (سربراہی) کون کرتا ہے؟ وہ بولیں گے ''اللہ'' تو پوچھیے کہ پھر (اس سے) ڈرتے کیوں نہیں؟ (یونس 31:10)

(اے محمد !) آپ پوچھیے: "اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) کہ زمین اور اس میں رہنے والے کس کی ملکیت ہیں؟" فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی (ملکیت ہیں)۔ آپ (ان سے) پوچھیے: "پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟" (المؤمنون 23:84،85)

پوچھیے کہ: "ساتوں آسمانوں کا فرمان روا کون ہے؟ اور بڑے عرش کا مالک کون ہے؟" وہ کہیں گے: "اللہ ہی"۔ تو آپ پوچھیے کہ: "تم (اس سے) ڈرتے کیوں نہیں؟" (المؤمنون 23:86،87)

آپ پوچھیے: "اگر تم جانتے ہو، تو بتاؤ کہ ہر چیز کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے جو (سب کو) پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا؟ وہ کہہ دیں گے کہ "اللہ ہی" (کے اختیار میں سب کچھ ہے) تو آپ پوچھیے: "پھر تمہاری عقل کہاں ماری جاتی ہے؟" (المؤمنون 23:88،89)

اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟۔ سورج اور

چاند کو کس نے اپنے قابو میں رکھا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے ''اللہ نے'' تو پھر وہ کس طرح منہ پھیرے جاتے ہیں؟ (العنکبوت 61:29)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کے مرنے کے بعد کون زندہ کرتا ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ ''اللہ'' ۔آپ کہیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔مگر ان میں اکثر نہیں سمجھتے۔(العنکبوت 63:29)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ "آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟" تو کہیں گے کہ "اللہ نے"۔آپ کہیے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔" مگر ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔(لقمان 25:31)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ؟ تو وہ کہیں گے : "اللہ نے"۔آپ (ان لوگوں سے) پوچھیے کہ اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو، ان کے بارے میں بتاؤ ؟ اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے،تو کیا وہ (یعنی تمہارے معبود) اس کی (پہنچائی ہوئی) تکلیف کو دور کرسکتے ہیں؟ یا اگر وہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے،تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ کافی ہے اور بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔"(الزمر 38:39)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ؟ تو کہیں گے کہ ان کو زبردست اور جاننے والا (اللہ) ہی نے پیدا کیا۔(الزخرف 9:43)

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے ؟ تو کہیں گے کہ : ''اللہ نے''۔پھر ان لوگوں کو کس طرح رُخ پھیر دیا جاتا ہے۔(الزخرف 87:43)

ان آیات سے صاف پتا چلتا ہے کہ کفارِ مکہ اللہ پر یقین رکھتے تھے اور اس کی قدرت کو

سمجھتے بھی تھے۔

کفار مکہ اور آج کے مسلمانوں کے عقائد

آج کے مسلمانوں کی اکثریت اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ قبروں کی عبادت اور ان پر عقیدت رکھتی ہے، بالکل اسی طرح مشرکین مکہ کے عقائد بھی رہے تھے۔ اللہ کے بارے میں صرف ایسا ایمان وعقیدہ رکھ لینا اگر کافی ہوتا تو پھر نبی ﷺ کو بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ پر ایمان کے باوجود کفار مکہ عقائد صحیح نہیں تھے۔ ایک طرح سے اگر دیکھا جائے تو آج کے قبر پرست مسلمانوں سے کفار مکہ کے عقائد تھوڑے بہتر ہی تھے۔ کیوں کہ آج باطل عقائد والے اکثر لوگ بہت زیادہ دُکھ اور تکلیف اور مصیبتوں میں ''یاغوث اعظم المدد''، ''یاعلی المدد'' وغیرہ پکارتے اور درگاہوں سے امید لگائے رہتے ہیں۔ مگر کفارِ مکہ صرف چھوٹی چھوٹی مصیبتوں اور ضرورتوں میں ہی بتوں کو پکارتے تھے۔ وہ بڑی مصیبتوں اور پریشانیوں میں اللہ ہی کو پکارتے تھے۔ اپنے بتوں اور اولیا کو بھول جاتے تھے۔ ان کے عقائد کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نشان دہی کرتا ہے۔

جب تم لوگ سے عاجزی اور چپکے سے دعا کرتے ہو کہ وہ اگر ہمیں اس (مصیبت) سے بچالے، تو ہم شکر ادا کرنے والے بن جائیں گے۔ تو اس وقت آپ پوچھیے کہ تم کو خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے کون بچاتا ہے؟ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تم کو اس (مصیبت) سے اور ہر سختی سے بچاتا ہے۔ پھر تم (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہو۔ (الانعام6:63،64)

آپ پوچھیے کہ بھلا دیکھو! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے، یا وہ وقت آپہنچے، تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو (تو جواب دو)۔ بلکہ تم (مصیبت کے وقت) اسی کو پکارتے ہو، اور جن کو تم شریک بناتے ہو، (اس وقت) ان کو بھول جاتے ہو۔ پھر جس (تکلیف) کے لیے اسے پکارتے ہو، اگر وہ چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے۔ (الانعام6:40،41)

وہی ہے جو تم کو خشکی (زمین) اور سمندر میں سفر کراتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتی

میں (سوار) ہوتے ہو، اور وہ (کشتی) پاکیزہ ہوا کے ذریعے سے ان (لوگوں) کو لے کر چلتی ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، تو تیز ہوا (آندھی) چلنے لگتی ہے۔ ہر جگہ سے ان پر موجیں آنے لگتی ہیں، اور ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ گھیرے میں آگئے (مکمل طور پر پھنس گئے)۔ تو (اس وقت) وہ لوگ عبادت کو اللہ کے لیے خاص کر کے، اخلاص کے ساتھ دعا مانگتے ہیں کہ تو اگر ہم کو اس (مصیبت) سے بچالے، تو ہم (تیرے) شکر گزار بن جائیں گے۔ (یونس 22:10)

جب تم کو سمندر کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس (پروردگار) کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو، وہ سب غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تم کو بچا کر ساحل پر پہنچا دیتا ہے، تو (اس سے) تم منہ پھیر لیتے ہو۔ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل 67:17)

جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے دعا کو خاص کر کے اخلاص کے ساتھ اس کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ ان کو (مصیبت سے) بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے، تو وہ (دوبارہ) شرک کرنے لگتے ہیں۔ (العنکبوت 65:29)

جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کی رجوع کر کے اسے پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ (اللہ) ان کو اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے، تو جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس کی ناشکری کرتے ہوئے ان میں سے ایک گروہ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ اچھا، تم فائدہ اٹھالو۔ بعد میں تم کو (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ (الروم 30:33،34)

اور جب ان پر سائبانوں جیسی موجیں چھا جاتی ہیں، تو وہ عبادت کو اللہ کے لیے خاص کر کے اخلاص کے ساتھ اس کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے، تو ان میں راست باز بھی ہیں۔ اور ہماری نشانیوں کا انکار غدار اور ناشکرے کے سوا کوئی اور نہیں کرتا۔ (لقمان 32:31)

انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے سپرد کر کے

اسے پکارتا ہے۔پھر جب وہ اس کو اپنی نعمت عطا کرتا ہے،تو وہ جس (ضرورت) کے لیے پہلے اس کو پکارتا تھا،اسے بھول جاتا ہےاوراللہ کےشریک بناتا ہے،تا کہ اس کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کردے۔(ایسے شخص سے) کہہ دیجیے: "تو اپنے (پروردگار کے)انکار کے کچھ دن مزے اڑالے۔تو دوزخ والوں میں سے ہے۔"(الزمر 8:39)

انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے،تو ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی نعمت سے نوازتے ہیں، تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے (میرے) علم کی بنا پر دی گئی ہے۔ویسی بات نہیں۔بلکہ یہ ایک آزمایش ہے۔مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔(الزمر 49:39)

انسان پر جب ہم فضل وکرم کرتے ہیں،تو وہ بے پرواہی کرتا اور اپنی ہی طرف پلٹ جاتا ہے۔اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے،تو لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔(فصلت 51:41)

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ مشرکین مکہ بڑی مصیبتوں میں اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے نہیں تھے۔ بڑی مصیبتوں میں صرف اللہ ہی پر بھروسا اور ایمان رکھتے تھے۔اس کے باوجود مشرکینِ مکہ کیوں اللہ کے غضب وغصے کا شکار اور عذاب کے مستحق قرار پائے؟

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھنے اور اس کی قدرت کو جاننے کے باوجود، کچھ عبادات اللہ کے سوا دوسروں کے لیے بھی کر لیتے تھے۔ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جن کی وہ عبادت کرتے تھے وہ (بُت وغیرہ) خدا ہیں، یا اُن کو تمام امور پر طاقت وقوت اور اختیار ہے۔ بلکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اولیا اور صالحین اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوتے ہیں۔ان کی عبادت کرنے سے وہ اللہ کے پاس ان کی سفارش کریں گے اور ان کی ضروریات پوری ہوں گی اور وہ ان کو اللہ کے قریب کردیں گے۔یہی ان کا عقیدہ رہا۔ان کے اس عقیدے کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے:

وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت (پرستش) کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے

ہیں اور نہ فائدہ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے (سفارشی) ہیں۔ آپ پوچھیے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی اطلاع دیتے ہو جس کے ہونے کی خبر نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں ۔ وہ (ایسی باتوں سے) پاک ہے اور ان لوگوں کے شرک سے بہت بلند ہے۔(یونس18:10)

یادرکھو! یہ خالص دین اللہ ہی کے لیے ہے۔جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے محافظ بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے بہت قریب کردیں، تو جن باتوں میں وہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، اللہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ اللہ جھوٹے اور (اس کا) انکار کرنے والے کو راہ نہیں دکھاتا۔(الزمر 3:39)

(اور کہا جائے گا کہ) جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ چکے۔ اور جس طرح ہم نے تمہیں پہلے بار پیدا کیا تھا، اسی طرح تم اکیلے ہی ہمارے پاس آگئے ہو۔ اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے (جن کی نسبت) تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملے میں (اللہ کے) شریک ہیں؟ اب تمہارے درمیان (رشتے) ٹوٹ گئے۔ اور تم (سفارشی اور شریک وغیرہ کا) جو تصور کر رہے تھے وہ سب تم کو چھوڑ کر غائب ہو گئے۔(الانعام 94:6)

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر (دوسروں کو اس کے پاس) سفارشی تصور کر لیا ہے؟ آپ (ان سے) پوچھیے کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں، اور نہ کچھ سمجھتے ہوں ؟ آپ (ان سے) کہیے کہ سفارش (شفاعت) پوری طرح اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لیے ہے۔ پھر تم سب اسی کے پاس واپس لائے جاؤ گے۔ " (الزمر 43:39،44)

ان قرآنی آیتوں سے پتا چلتا ہے کہ اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ اولیا اور صالحین اللہ کے پاس ان کی سفارش کریں گے۔اس لیے وہ ان کی عبادت کرتے تھے۔

مسلمانوں میں کچھ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فوت شدہ لوگوں کو پکارنا اور ان سے دعا مانگنا غلط نہیں ہے۔ان کا کہنا ہے کہ وہ اللہ ہی کو اپنا رب مانتے ہیں اور صرف سفارش کے لیے بزرگوں سے ایسی عقیدت رکھتے ہیں۔یاد رکھیں کہ کفار مکہ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے صاف واضح ہے کہ کفار مکہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے اور عبادت کرتے تھے، ان کو وہ اپنا رب نہیں مانتے، بلکہ یہ کہتے تھے کہ وہ اللہ کے پاس ان کی ضرورتوں کے لیے سفارش کریں گے۔اسی عقیدۂ باطل کو ختم کرنے کے لیے نبی مبعوث کیے گئے تھے۔نبی ﷺ جن باطل عقائد کے خاتمے کے لیے بھیجے گئے تھے،افسوس! آج مسلمان اُسی کو اسلام سمجھ بیٹھے ہیں۔

بت پرستی اور قبر پرستی

کچھ لوگوں کے ذہنوں میں یہ شک ہوسکتا ہے کہ مشرکین مکہ، اولیا اور صالحین کو نہیں، بلکہ کچھ بھی قدرت نہ رکھے والے بتوں کو اللہ کے پاس اپنے سفارشی سمجھتے تھے۔یاد رہے اس شک میں کوئی سچائی نہیں ہے۔

ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی بھی مخلوق کی چاہے وہ جان دار ہو یا بے جان ، ہرگز عبادت نہیں کرنی چاہیے۔مزارات اور بتوں کی عبادت میں فرق کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔مجسمے اور مزار دونوں برابر ہیں۔کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ برے لوگوں کی مورتیوں کی عبادت کرتے تھے۔مگر ہم تو اولیاء اللہ کے قبروں سے ہی تو عقیدت رکھتے ہیں۔یہ بات غلط ہے۔کیوں کہ مشرکین مکہ اکثر اولیاء اللہ اور انبیاے کرام ہی کی عبادت کرتے تھے۔اس کے لیے احادیث میں ثبوت ہیں۔

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے اندر ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی مورتیوں کو رکھا ہوا پایا تو انھوں نے اپنے عصا سے ان کو گرایا پھر اندر داخل ہوے۔(بخاری: 1601، 3352، 4289)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ اور مریمؑ کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔(بخاری: 2351)

اگر مدفون اولیا سے دعا کرنا اور اپنی ضرورتوں کے لیے اللہ کے پاس ان کو اپنا سفارشی مان کر عبادت کر لینا دین میں جائز ہوتا، تو پھر اللہ کے نبی ﷺ کو ان انبیا کی مورتیوں کو نکال باہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کیوں کہ انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا''۔(بخاری: 436، 437)

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنالو، اور نہ میری قبر پر کوئی تہوار کرو۔'' (ابوداؤد: 1746)۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ان میں کوئی نیکو کار فوت جاتے تو وہ لوگ ان کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) تعمیر کر لیتے اور اس میں ان کی مورتی یا تصویر بنا لیتے۔پس یہ خدا کے پاس قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے برے ہوں گے۔

(بخاری: 427، 434، 1341، 3873)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ قبروں پر عمارت تعمیر کرنے، ان پر لیپ پوت (گچ کاری) کرنے، اور ان پر بیٹھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(مسلم: 1610)

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں مزارات اور مورتیاں سب برابر ہیں۔ جب نبی ﷺ نے یہ بات واضح کر دی کہ قبریں مزاروں کی شکل میں کیوں نہ ہوں وہاں عبادت کرنے سے اللہ کی لعنت ہوتی ہے، تو پھر اس کو جائز سمجھنا گمراہی اور ضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟

عبادت کا مفہوم کیا ھے ؟

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں'' اس بات کا اقرار کرنے والے مسلمانوں میں کچھ لوگ عبادت کے مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ کچھ عبادات اللہ کے سوا دوسروں کے لیے بھی کر لیتے ہیں۔ صحیح معنوں میں عبادت صرف نماز، روزہ جیسے فرائض ہی کا نام نہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی کئی دوسری عبادتیں ہیں۔

جانوروں کا قربانی دینا عبادت ھے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے : اس لیے آپ اپنے پروردگار (رب) کے لیے نماز پڑھئے اور اس کے لیے قربانی کیجیے۔ (الکوثر 2:108)

اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھی جائے اور اسی کے لیے جانور ذبح کیا جائے۔ نماز ایک عبادت ہے۔ یہ بات ہر کوئی اچھی طرح سے جاننے کی وجہ سے کوئی دوسروں کے لیے نماز نہیں پڑھتا۔ مگر ذبح کرنا بھی عبادت ہے۔ اس کی سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے بھی جانور ذبح کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اس آیت میں اچھی وضاحت ہے۔

علیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اللہ کے سوا دوسروں کے لیے جانور ذبح کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے''۔ (مسلم: 3657، 3658، 3659)

ثابت بن ضحاکؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے ''بوانا'' نامی جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، تو کیا میں اس کو پورا کرسکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہو؟ تو میں نے کہا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وہاں

جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں۔ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو اپنی نذر پوری کرو''۔ (ابوداؤد، بیھقی)

ذرا سوچیے کہ اللہ کے لیے جانور ذبح کرنے کی نذر بھی اس جگہ پوری نہیں کرنی چاہیے جہاں غیر اللہ کی عبادات یا رسومات ادا کی جاتی ہوں۔ اللہ کی عبادت میں شرک تو دور کی بات، اس کا سایہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر قبروں، مزاروں پر مرغ، بکرے، گائے وغیرہ ذبح کرنے اور نذر و نیاز کرنے والوں کی کیا حالت ہوگی؟ یہ اچھی طرح سوچ سکتے ہیں۔

نذر ماننا بھی عبادت ہے

ہم مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو اپنی بیماری سے شفایابی کے لیے، یا اپنی کسی حاجت روائی کے لیے یوں نذر مان لیتے ہیں کہ ''یا غوث! یا فلاں! میں آپ کے لیے فلاں کام کروں گا، یا فلاں مزار پر جاؤں گا'' اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ بات اچھی طرح سمجھ جائیں کہ نذر ماننا بھی عبادت ہے، تو پھر ایسے کام اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے ہرگز نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے:

تم جو کچھ بھی (نیک راہ میں) خرچ کرو، یا کوئی نذر مانو، تو اللہ اسے جانتا ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (البقرہ 270:2) پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں۔ اور نذریں پوری کریں۔ اور اس قدیم عبادت گاہ کا طواف کریں۔ (الحج 29:22)

وہ لوگ (اپنی) نذریں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی تکلیف (یعنی آفت و مصیبت) ہر طرف پھیلی ہوگی۔ (الدھر 7:76)

ان آیتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نذریں صرف اللہ کے لیے ماننا چاہیے اور ان نذروں کو پورا بھی کرنا چاہیے۔ مثلاً اے پروردگار! میرا فلاں کام ہو جائے تو میں تیرے لیے نماز

پڑھوں گا، روزہ رکھوں گا، یا تیرے لیے جانور ذبح کروں گا، یا تیرے لیے غریبوں میں مال تقسیم کروں گا وغیرہ۔ایسی نذریں اور منتیں بالکل جائز ہیں۔اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے لیے نذریں ماننا گناہ ہے۔ اس لیے اگر جہالت کی وجہ سے کسی نے پہلے ایسی کوئی نذر مان لی ہے تو اس کو چھوڑ دے۔ پورا نہ کرے۔

عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا، تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے، اگر کسی نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہو، تو اسے پورا نہ کرے۔(بخاری:6696)

دعا ایک عبادت ہے

نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا دعا ہی عبادت ہے۔ (احمد:17629، 17660، ترمذی:2895، 3170، ابوداوٗ:1364)

اس حدیث مبارکہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ دعا ایک عبادت ہے، بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ دعا ہی سب سے اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ایک بندہ یا غلام، اپنی غلامی کا پورا احساس لیے ہوئے اور اپنے خالق اللہ ہی کو اپنا مالک وحاکم ماننا ہی عبادت کا اہم حصہ ہے۔ یہ کیفیت دعا میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔لہٰذا غیر اللہ سے دعا مانگنا اور ان کی عبادت کرنا بالکل بے معنیٰ اور ناانصافی ہے۔ کیوں کہ وہ کسی چیز پر قدرت ہی نہیں رکھتے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دیجیے کہ) میں قریب ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کا جواب دیتا ہوں۔اس لیے وہ لوگ مجھی سے دعائیں مانگیں اور مجھی پر ایمان لائیں۔امید یہ ہے کہ وہ (اس حکم کی بنا پر) سیدھا راستہ پائیں گے(البقرۃ2:186)

کیاوہ ایسوں کو(اللہ کا) شریک ٹہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدانہیں کرتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں؟۔ وہ (شریک) نہ ان (پرستاروں) کی مدد کر سکتے ہیں، اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر تم ان کو (کوئی بات) بتلانے کے لیے پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہیں کریں گے۔ تم ان کو پکارو، یا خاموش رہو، دونوں ہی تمہارے لیے برابر ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو، وہ تمہاری ہی طرح کے بندے ہیں۔ اگر تم (ان کو خدا ماننے میں) سچے ہو، تو ان کو پکار کر دیکھو، ان کو تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے۔ کیا ان کے پاوں ہیں جن سے چلتے ہوں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہوں؟ یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہوں؟ یا کان ہیں جن سے سنتے ہوں؟ آپ کہہ دیجیے کہ تم اپنے شریکوں کو بلا کر، پھر میرے خلاف سازش کرو۔ اور مجھے کچھ بھی مہلت نہ دو۔ (الاعراف 7:191-195)

(مگر) تم اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انہیں (کوئی بات) بتلانے کے لیے پکارو، تو وہ نہیں سنیں گے۔ آپ کو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ (آنکھیں کھولے) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ نہیں دیکھتے۔ (الاعراف 7:197، 198)

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر سے دعا نہ مانگیے جو آپ کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر آپ ایسا کریں گے، تو ظالموں میں ہو جائیں گے۔ (یونس 10:106)

اللہ کو چھوڑ کر جن (معبودوں) کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مردے ہیں، زندہ نہیں۔ اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟ (النحل 16:20، 21)

اے لوگو! (تمہارے لیے) ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ اسے غور سے سنو۔ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو، وہ تمام اگر اکٹھے بھی ہو جائیں، تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور اگر

مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے، تو وہ (خدا) اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔طلب کرنے والا بھی کم زوراور جس سے طلب کیا جارہاہے وہ بھی کم زور ہے۔ (الحج73:22)

آپ کہہ دیجیے : "اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم (خدا) تصور کرتے ہو، ان کو پکار کر دیکھ لو۔وہ آسمانوں اورزمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔اورنہ ان دونوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔اورنہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار ہے۔"(سبا22:34)

وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔اوراس نے سورج اور چاند کواپنے قابو میں رکھا ہے۔ ہرایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔وہی اللہ ہے،تمہارا پروردگار ہے۔اسی کی بادشاہی ہے۔(اختیاراسی کے لیے ہے) اوراسے چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو وہ تو ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔(فاطر13:35)

اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار سن نہیں سکتے۔اوراگر سن بھی لیں،تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے۔ بلکہ قیامت کے دن تو وہ تمہارے شرک کا انکار ہی کردیں گے۔پوری خبر رکھنے والے (یعنی باخبراللہ) کی طرح آپ کو کوئی دوسرا صحیح خبر نہیں دے سکتا۔ (فاطر14:35)

آپ پوچھیے کہ: کیاتم نے اپنے ان شریکوں کے بارے میں غور کیا جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو؟ مجھے بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ(جزو) پیدا کیاہے؟ یا (جواب دو کہ) کیا آسمانوں میں ان کی کوئی حصہ داری (شرکت) ہے ؟ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس سے (ملی) وضاحت پر وہ قائم ہوں؟ (ان میں سے کوئی بات بھی) نہیں۔ بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے صرف فریب کے وعدے کررہے ہیں۔(فاطر40:35)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس (معبود کی بندگی) کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، وہ تو دنیا اور آخرت میں پکارے جانے کے لائق ہی نہیں ہے۔اور (اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ)

ہماری واپسی اللہ ہی کی طرف ہے۔اور حد سے بڑھنے والے ہی جہنمی ہیں۔المؤمن 43:40)

(اے محمد!) آپ پوچھیے کہ دیکھو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کونسی چیز پیدا کی ہے؟ یا جواب دو کہ آسمانوں میں کیا ان کا کچھ حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو، تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب، یا کوئی علمی ثبوت (جو اس کی تائید میں ہو) میرے پاس لے آؤ۔اور اس شخص سے بڑھ کر گم راہ اور کون ہوگا، جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارتا ہے، جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے؟ بلکہ وہ تو ان کی پکار ہی سے بے خبر ہیں۔ اور جب تمام لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے۔اور ان کی پرستش کا انکار کریں گے۔ (الاحقاف 46:4-6)

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنا یا، ان کو پکارنا ہرگز جائز نہیں اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا اللہ کے ساتھ شرک ہونے کی وجہ سے سب سے بڑا گناہ ہے۔

دعوے اور تاویلات

احکام الٰہی کے خلاف چلنا یا اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑنا کسی بھی مسلمان کو گوارا نہ ہوگا۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے، ان کو مدد کے لیے پکارنے والے اپنے موقف کی تائید میں کچھ دلائل پیش کرتے ہیں۔لیکن غور کرنے پر یہ پتا چلتا ہے کہ ان کی ساری بحث اور دلائل بالکل بے معنی ہیں۔

کیا سفارش چاہنا گناہ ہے؟

فوت شدہ بزرگوں کو پکارنے اور ان سے دعا مانگنے والوں کا یہ کہنا ہے کہ ''اولیاء اللہ سے دعا مانگنے والے ہم ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ ان کو اللہ کی جیسی قدرت حاصل ہے، یا وہ خود کسی چیز

کا اختیار رکھتے ہیں، بلکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے نیک، مقرب بندے ہیں اور وہ ہماری ضروریات اللہ سے حاصل کرتے اور ہم کونوازتے ہیں۔ان پر ایسا عقیدہ رکھنا کیسے غلط ہوگا؟

سرسری طور پر ان کی بات کو دیکھا جائے تو ٹھیک ہی لگے گا، مگر ان کا یہ عقیدہ پوری طرح باطل ہے۔ایک طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی جیسی قدرت ان اولیاء اللہ کو نہیں، مگر دوسری طرف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو اللہ کے برابر قدرت حاصل ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کو جہاں کہیں سے بھی پکاریں، بہ یک وقت جتنے بھی لوگ پکاریں، کسی بھی وقت، کسی بھی زبان میں پکاریں، سب کی پکار کو سننے کی قدرت صرف اللہ رب العالمین ہی کو ہے۔لیکن درگاہ پرست لوگ ایسی قدرت اپنے اولیا اور بزرگوں کے لیے بھی مانتے ہیں اور ان کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ فوت شدہ بزرگوں کو پکارتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اللہ کی طرح سنتے ہیں۔اس طرح وہ اپنے عقائد میں ان بزرگوں کو اللہ کے برابر لا کھڑا کر دیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

اللہ کے سوا دوسروں کو اللہ کی تمام صفتوں کے حامل سمجھنا ہی شرک نہیں، بلکہ دوسروں کو اللہ کے جیسی کسی ایک صفت کا حامل سمجھنا بھی شرک ہے۔اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ غیر اللہ کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔

وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت (پرستش) کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ۔اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے (سفارشی) ہیں۔ آپ پوچھیے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی اطلاع دیتے ہو جس کے ہونے کی خبر نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں ۔ وہ (ایسی باتوں سے) پاک ہے اور ان لوگوں کے شرک سے بہت بلند ہے۔(یونس 18:10)

یاد رکھو! یہ خالص دین اللہ ہی کے لیے ہے۔جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے

محافظ بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے بہت قریب کردیں، تو جن باتوں میں وہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، اللہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ اللہ جھوٹے اور (اس کا) انکار کرنے والے کو راہ نہیں دکھاتا۔ (الزمر 3:39)

مذکورہ دو آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ کفارِ مکہ اپنے اولیا اور بزرگوں کے بارے میں کس قسم کا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ ان کو صرف اس لیے پکارتے تھے کہ وہ اللہ کے پاس ان کے لیے سفارشی بنیں گے۔ مگر اللہ نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ ایسا کرنے والوں کو کافر و مشرک قرار دیا۔ اللہ کے سوا کسی کو اس نیت و ارادے کے ساتھ پکارنا بھی جائز اور درست نہیں کہ وہ اللہ کے پاس لے کر ہم کو دیں گے۔ جیسا کہ اس پر یہ آیت ہی کافی دلیل ہے۔

کیا مثالیں دلائل بن سکتی ہیں؟

قبر پرستی کے اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے لوگ قرآن کریم اور احادیث رسولؐ کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ مثالیں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کسی اونچے مقام پر فائز کسی افسر سے براہ راست رابطہ کرنا یا ملنا مشکل ہے۔ اس کے لیے کسی کو سفارشی بنا لیتے ہیں تا کہ وہ ہمارے بارے میں اس بڑے افسر کو بتائیں، جس سے ہماری ضروریات پوری ہوسکیں۔ اللہ تو ان دنیاوی افسروں سے بھی بہت اعلیٰ ہے۔ تو پھر اللہ تک ہم بندوں کی رسائی کیسے ممکن ہے؟ اس لیے ہم بزرگوں اور ولیوں کو اپنا سفارشی بنا لیتے ہیں۔

یاد رکھیں! شیطان اسی طرح برے کاموں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اصل میں ان کا یہ عقیدہ اور ان کی یہ بحث پوری طرح غلط اور احمقانہ ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اونچے مقام پر فائز افسر کو براہِ راست آپ کے بارے میں نہیں معلوم، اس وجہ سے آپ کی اس تک رسائی نہیں ہو پاتی۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس افسر اعلیٰ کی طرح اللہ رب العالمین کو

بھی ہمارے بارے میں نہیں معلوم؟ ان بزرگوں اور فوت شدہ اولیا کے کہنے کے بعد ہی ہمارے بارے میں اللہ کو معلوم ہوتا ہے؟ ہمیں یہ سوچنا چاہیے۔بس اپنے پروردگار کو دنیا کے افسر کے برابر سمجھنا بے وقوفی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کا علم رکھتا ہے، دلوں کے بھیدوں تک جانتا ہے اور تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ اس کو ایک معمولی دنیاوی افسر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔اس کے لیے اس سے بری مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟

ان باطل عقائد والوں کا ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ ہمارے مقدمے ہم خود نہیں لڑتے۔ہم خود بحث نہیں کرتے، بلکہ وکیل کے ذریعہ مقدمے لڑتے ہیں۔اسی طرح ان اولیا کو ہمارے حق میں اللہ کے پاس لڑنے والے وکیل سمجھنے میں کیا غلط ہے؟

جج کے پاس مقدمے لڑنے کے لیے وکیل کی بے شک ضرورت ہے۔وکیل اپنی منطقی بحث اور کمال سے مجرم کو بے قصور اور بے قصور کو مجرم ٹھہرا سکتا ہے۔اس کی بحث کو قبول کرتے ہوے جج بھی اپنا فیصلہ سنا دیتے ہیں۔کیا اللہ کی حیثیت انھیں ججوں کی طرح ہے، جو وکلا کی چالاک بحث کی بنیاد پر مجرم کو بے قصور قرار دیتے ہیں؟ کیا ان کی طرح اللہ تعالیٰ بھی غلط فیصلے کر دیتا ہے؟ حقیقی مجرم کون اور بے قصور کون ہے؟ یہ بات عدالتوں کے ججوں کو نہیں معلوم ہوتی۔ کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی علم نہیں رکھتا؟

کیا درگاہ پرست لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اور عدالتوں کے وکلا کا کام ایک ہی طرح کا ہوتا ہے؟ کیا اولیا، اللہ کے پاس یہ دعویٰ اور بحث کرنے والے ہیں کہ فلاں شخص مجرم نہیں، بلکہ وہ بے قصور اور نیک ہے؟ کیا وہ مجرموں اور گناہ گاروں کو نیک اور دین دار کہہ کر دعویٰ کریں گے؟ اگر ایسی بات نہیں تو پھر ان کی وکالت کس کام کی؟

اس لیے ان لوگوں کو اللہ کے معاملے میں وکیل، جج، افسر جیسی مثالیں دینے سے گریز

کرنا چاہیے۔اللہ کے جیسا کوئی نہیں۔اوراس کے لیے کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔

تو تم لوگ اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔اللہ جانتا ہے اورتم نہیں جانتے ۔ (النحل74:16)۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(الشوریٰ11:42)

وہ ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔اور وہ اپنی پیدائش کو(ہمارااس کے پیدا کرنے کو) بھول گیا۔پوچھتا ہے کہ ہڈیاں بوسیدہ ہوجانے کی حالت میں ان کو کون زندہ کرے گا؟ (یٰس78:36)۔اس(اللہ) کے برابر کوئی نہیں۔ (الاخلاص4:112)

ان آیتوں سے پتا چلتا ہے کہ ہم اللہ کے لیے مثالیں نہیں بیان کرسکتے۔

گناہ گار لوگ اللہ کے قریب کیسے ہوسکتے ہیں؟

ہم اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے گناہ گار لوگ ہیں۔ہم کس منہ سے براہِ راست اللہ سے مانگ سکتے ہیں۔ہوسکتا ہے اللہ ہم سے ناراض ہو۔اس لیے ہم بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کا دامن پکڑتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے ہمارا کام پورا ہو۔یہ درگاہ پرست لوگوں کا ایک اور دعویٰ ہے۔یعنی وہ اللہ کے پاس مانگنے کے لائق نہیں ہیں۔ایسا خیال کرکے وہ راہِ راست سے بھٹک جاتے ہیں۔

اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہم اللہ سے براہِ راست نہیں مانگ سکتے۔اس لیے اولیاء اللہ کے وسیلے سے مانگتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے وہ اللہ کے ''الرحمٰن''(یعنی بہت بڑا مہربان) ہونے کی صفت ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

ایسی بحث صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں، جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت غصہ والا اوراولیاء اللہ رحم کرنے والے ہیں۔جب لوگوں کا یہ عقیدہ ہوجائے کہ اللہ سے زیادہ صوفی بزرگ اور اولیا ہی رحم کرنے اور عطا کرنے والے ہیں، تو یاد رکھیں! یہ شرک سے بھی زیادہ خطرناک اور

عظیم گناہ ہوگا۔ یہ اللہ سے بڑھ کر اپنے اولیا کو اونچا مقام دینے کی بات ہوگی۔ اللہ کی پناہ۔ ان کی اس جہالت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں نشان دہی کرتا ہے:

آپ کہہ دیجیے کہ (اللہ فرماتا ہے) "اے میرے بندو جنہوں نے اپنے خلاف زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ۔ اللہ سارے گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔" (الزمر 53:39)

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے تو (اللہ کا) انکار کرنے والوں کے سوا دوسرے کوئی بھی ناامید نہیں ہوتے۔ (یوسف 87:12)

انسان کتنا ہی بڑا جرم اور گناہ کا ارتکاب کیا ہو، اگر وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوے سچے دل کے ساتھ توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرکے، اس پر رحم کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی یہ نہیں فرمایا کہ گناہ گار مجرم میرے قریب نہیں آسکتے، بلکہ اللہ گنہ گاروں سے ہی مخاطب ہوکر فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے زندہ ہیں

وہ لوگ جس طرح اپنے بے معنی دعوے کے ذریعہ درگارہ پرستی کی تائید کرتے ہیں اسی طرح قرآن کریم سے بھی غلط معنیٰ ومفہوم اور باطل تاویل کے ساتھ بعض آیتوں کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، ان کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم محسوس نہیں کرتے۔ (البقرۃ 154:2)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیے گئے آپ ان کو مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، ان کو روزی دی جارہی ہے۔ (آل عمران 169:3)

قبر پرست لوگ ان دو آیتوں کو پیش کرتے ہوے یہ عقیدہ رکھ لیتے ہیں کہ مرنے کے باوجود چوں کہ اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں، اسی لیے ان کو پکارنا اور ان سے دعا مانگنا بالکل جائز ہے۔ یاد رکھیں! معقول وجوہات کی بنا پر ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔

پہلی آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ ''وہ زندہ ہیں، لیکن تم محسوس نہیں کرتے''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ وضاحت کرتا ہے کہ ''وہ زندہ ہیں'' کے معنی وہ نہیں آتے جو تمھارے ذہن میں ہے، بلکہ وہ ایسی زندگی ہے جسے تم محسوس نہیں کر سکتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے احساس وشعور سے باہر ایک الگ قسم کی زندگی گزار رہے ہیں، جسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: ''وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں''۔ یعنی ہمارے حساب سے وہ وفات پا گئے، لیکن اللہ کے پاس وہ اب بھی جی رہے ہیں۔ ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے پاس وہ الگ قسم کی زندگی بسر کر رہے ہیں، جسے ہم نہیں جانتے۔ جہاں رہتے ہوے وہ ہماری بات نہ سن سکتے ہیں اور نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ اس سے ہٹ کر یہ لوگ جس معنے میں ان کو زندہ کہتے ہیں، اُس معنے میں اللہ نے ان کو زندہ نہیں کہا۔

دوسری بات اس آیت کی وضاحت نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس پر ان لوگوں نے غور نہیں کیا۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں ہم نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں قندیلوں میں رہتی ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں اڑتی پھرتی ہیں۔ (مسلم: 3500)

نبی ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ''وہ زندہ ہیں''۔ کا مطلب وہ جنت والی زندگی میں ہیں۔ بات اتنی واضح ہوجانے کے بعد اس کے خلاف درگاہ پرست لوگوں کی تاویل قابل ردّ ہے۔

سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں سیر کرنے کی جو وضاحت آئی ہے وہ بھی تمام اولیاء

اللہ کے لیے عام نہیں، بلکہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے شہید ہونے والوں کے لیے خاص ہے۔ دوسرے اولیا کی ایسی حالت نہیں۔شہیدوں کے سوا دوسرے عام اولیا کا کیا حال ہے؟ اور کس حالت میں ہیں؟

نبی ﷺ نے فرمایا: (مختصر) اللہ کے کسی نیک بندے کو جب دفن کردیا جاتا ہے، ان سے قبر میں سوالات ہوتے ہیں۔ان کے صحیح جوابات دینے پر کہا جاتا ہے کہ نئے دولہے کی طرح آرام سے سوجاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ خود تمھیں جگائے۔ یہ حدیث احمد اور ترمذی میں درج کی گئی ہے۔اس سے پتا چلتا ہے کہ عام اولیا (اگر واقعی اولیاء اللہ ہوں تو) برزخی زندگی میں قیامت تک سکون سے سوتے رہیں گے۔

سوچنے کی بات ہے کہ یہ اولیا عالمِ برزخ میں زندہ رہنے کے باوجود، اس دنیا سے بے خبر انتہائی گہری نیند سوتے رہیں گے، تو پھر ان کو کیوں پکاریں؟

یہ سب باتیں چھوڑ دیجیے۔فرض کیجیے کہ وہ اولیا ان درگاہ پرستوں کے عقائد کے مطابق زندہ ہی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا کسی کا زندہ رہنا ہی اس سے دعا مانگنے کے لیے دلیل ہے؟۔کوئی شخص زندہ ہے تو کیا ہم اس سے اولاد مانگنا شروع کردیں؟ کیا بارش اور صحت یابی مانگنا شروع کردیں؟ اگر وہ کہیں کہ اولیا کے زندہ رہنے کی وجہ سے ہم ان کو پکارتے ہیں، تو سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ان کو پکارنے والا بھی زندہ ہی تو ہے؟

ایک اور بات غور کرنے کی یہ ہے کہ عیسیٰ ؑ حقیقت میں زندہ ہیں۔فرشتے زندہ ہیں۔یہ لوگ عیسیٰ ؑ کو پکارنے والے اور ان سے مدد طلب کرنے والے عیسائیوں کو کافر اور مشرک کہتے ہیں۔مگر یہی لوگ خود اپنے بزرگوں کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ان کا فعل ان کے قول کے برعکس واقع ہوا ہے۔یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ اپنے موقف کو کس طرح صحیح ثابت کرسکتے ہیں؟

کرامات اولیاء اللہ

انبیائے کرام کے بہت سارے معجزوں کا ذکر قرآن واحادیث میں موجود ہے۔ان دلائل کو پیش کرتے ہوئے درگاہ پرست لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتیں ہوتی ہیں۔اس لیے ہم اپنی ضروریات ان سے طلب کرسکتے ہیں۔ان سے دعا مانگ سکتے ہیں۔

دراصل ان کو معجزوں کے بارے میں صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔کراماتِ اولیا کا یہ نظریہ ہی درگاہ پرستی کی بنیاد ہے۔

معجزے صرف اللہ کی مرضی سے ہوتے ہیں

یہ بات قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ انبیائے کرام نے مختلف مواقع پر کئی معجزیں ظاہر کیں۔اس لیے اگر کوئی معجزوں کا انکار کرتا ہے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے قرآن کا انکار کیا۔مگر انبیائے کرام اپنی مرضی سے، یا پھر لوگوں کی مانگ پر جس وقت چاہے معجزے ظاہر نہیں کرسکتے۔اللہ کی مرضی اور اس کے اذن کے بغیر، وہ کچھ نہیں کرسکتے۔یہ اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے :

ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں۔ان کو بیویوں اور اولاد والا بنایا تھا۔کوئی بھی رسول اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی معجزہ لے کر آ ہی نہیں سکتا۔ہر (کام کا) مقررہ وقت لکھا ہوا ہے۔(الرعد 38:13)

آپ سے پہلے ہم کئی رسول بھیج چکے ہیں۔ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو بیان کردیے ہیں، اور بعض کے حالات بیان نہیں کیے۔کسی رسول کے بس کی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر، کوئی معجزہ لے آئے۔اس لیے جب اللہ کا حکم آجائے گا، تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا۔اور اس وقت غلط کار لوگ ہی گھاٹے میں پڑیں گے۔(المومن 78:40)

ان کے رسولوں نے کہا کہ واقعی ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں۔ اس کے باوجود اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔ ہم اللہ کی مرضی کے بغیر، تمہارے پاس کوئی معجزہ نہیں لا سکتے۔ اور ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ (ابراہیم 11:14)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی مرضی اور اجازت کے بغیر، انبیاے کرام بھی معجزے و کرامات ظاہر نہیں کر سکتے۔

وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دیں، یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، اور اس کے بیچ میں آپ نہریں جاری کر دکھائیں، یا آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے، یا اللہ اور اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں، یا آپ کے لیے سونے کا کوئی گھر ہو، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے، جب تک آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم پڑھ سکیں۔ (اے محمد!) آپ جواب دیجیے کہ میرا پروردگار پاک ہے۔ میں تو صرف انسان اور رسول ہوں۔ (بنی اسرائیل 17:90-93)

ان معجزات کو ظاہر کرنا اللہ کے لیے بالکل آسان تھا۔ لوگ ان سارے معجزوں کی مانگ نہیں کر رہے تھے، بلکہ ان میں سے کسی ایک معجزہ مانگ کر رہے تھے تاکہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں۔ نبی ﷺ کا جواب تھا کہ میں تو صرف ایک انسان اور اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ جو چیز صرف اللہ سے مانگنی چاہیے، وہ مجھ سے کیوں طلب کرتے ہو؟

معجزے سارے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی قدرت سے جس سے چاہے کرامت اور معجزہ ظاہر کرتا ہے۔ یہ بات سمجھنے کے لیے مذکورہ دلائل ہی کافی ہیں۔ اللہ ہی معجزات کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے بخوبی واقف ہونے کے لیے ہم کو ایک اور ناحیہ سے بھی غور کرنا چاہیے۔

انبیاکو کیوں قتل کیا گیا؟

نبی کریم ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاے کرام اس دنیا میں بھیجے گئے، ان میں سے اکثر کو دشمنوں نے جان سے مار ڈالا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے:

وہ جہاں بھی رہیں ذلت ورسوائی ہی ان کا مقدر کر دی گئی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اللہ اور لوگوں کے درمیان معاہدہ کے تحت رہ جائیں۔ وہ لوگ اللہ کے غصہ کے مستحق ہوئے۔ اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو ماننے سے انکار کرتے تھے، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ گناہ کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔ (آل عمران 112:3)

اس کے علاوہ قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ 2:61، 87، 91، سورہ آل عمران 3:21، 183 ان آیات میں بھی یہ ذکر ہے کہ دشمنوں نے ابنیاے کرام کو کیوں قتل کیا تھا؟

اگر ابنیاے کرام جب چاہیں، جیسے چاہیں اپنی طرف سے معجزے ظاہر کرنے کی قدرت رکھتے تو پھر دشمنوں کے ہاتھوں کیوں مارے جاتے؟ کیا وہ اپنے معجزوں کے ذریعے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تھے؟

اگر کوئی ہمیں قتل کرنے کی نیت سے آئے تو ہم اپنے تمام تر وسائل اور طاقت کا استعمال کرتے ہوے دشمن سے بچنے کی کوشش کرنا ہم پر فرض ہے۔ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھنا اور بغیر کسی مزاحمت کے، اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنے کے لیے دین میں اِجازت نہیں۔

اگر انبیاے کرام کو اپنے معجزوں پر اختیار ہوتا تو دشمنوں سے اپنی جان بچانے کے لیے ضرور ان کا استعمال کرتے۔ اور اگر ایسا ہوتا، تو پھر کوئی بھی ان کو قتل ہی نہیں کر سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قتل کیے گئے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاے کرام کے ہاتھوں معجزوں کو ظاہر کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اور اس پر کوئی طاقت وقدرت نہیں رکھتا۔

انبیانے کیوں تکلیفیں جھیلیں؟

قرآن کریم میں جگہ جگہ انبیاے کرام کی تکالیف، پریشانی اور ان کے رنج وغم کا ذکر آیا ہے۔ انبیا نے غربت کی زندگی گزاری ہیں۔ دشمنوں نے ان کو معاشرے سے الگ کیا، گھروں اور بستیوں سے نکالا اور ان کو طرح طرح ستایا گیا۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ تم پر ایسی حالت نہیں گزری جیسے تم سے پہلے لوگوں پر گزری تھی۔ ان کو مفلسی اور بیماری بھی آئی۔ اور وہ بہت ستائے گئے۔ یہاں تک کہ (اللہ کے) رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے کہنے لگے کہ ''اللہ کی مدد کب آئے گی؟'' یادرکھو! اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔ (البقرۃ 214:2)

آخر میں جب (ان بستیوں کے) رسول (اپنی قوموں کے ایمان لانے سے) ناامید ہو گئے، اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ٹھکرا دیے گئے ہیں، تو ان (رسولوں) کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔ پھر جن کو ہم نے چاہا، وہ لوگ بچا لیے گئے۔ اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب ٹالا نہیں جا سکتا۔ (یوسف 110:12)

ہم کو کیا ہو گیا کہ اللہ پر بھروسا نہ کریں؟ اس نے ہم کو ہمارے راستے بتا دیے ہیں۔ جو تکلیفیں تم ہم کو دے رہے ہو، اس پر ہم صبر کریں گے۔ اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ (ابراہیم 12:14)

ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجیے۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے۔ (تو ہم نے کہا کہ) : "اپنے پاوں سے (زمین پر) دباؤ۔ یہ ہے ٹھنڈی نہانے کی جگہ (ٹھنڈا غسل خانہ) اور مشروب۔" (ص 38:41،42)

(اے محمد!) ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتیں آپ کوغم زدہ کر دیتی ہیں۔ وہ دراصل آپ کونہیں جھٹلاتے، بلکہ ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔(الانعام 33:6)

(اے محمد!) آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔ پھر انہوں نے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے پر صبر کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔اور آپ کے پاس رسولوں کے بارے میں خبریں تو (پہلے ہی) پہنچ چکی ہیں۔(الانعام 34:6)

ویسی بات نہیں، بلکہ تمہارے دل نے تم کو ایک کام کرنے پر ابھار دیا ہے۔(اب) میں اچھا صبر کروں گا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ وہی علم والا اور حکمت والا ہے۔ پھر (یعقوب) ان کے پاس سے الگ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہائے یوسف۔ ان کی آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔اور وہ (غم کو) دبائے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تو یوسف کو یاد کرتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ آپ گھل جائیں، یا ختم ہی ہو جائیں۔ (یعقوب) نے جواب دیا کہ میں اپنا دکھ اور غم کی فریاد (شکوہ) اللہ ہی سے کرتا ہوں۔اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(یوسف 12:83-86)

اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو دور کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اگر وہ آپ کو بھلائی پہنچائے، تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔(الانعام 17:6)

(اے محمد!) آپ کہہ دیجیے کہ میں خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا، اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ میں تو بس ایمان لانے والوں کو خبردار کرنے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔(الاعراف 188:7)

اگر انبیا کے پاس معجزہ ظاہر کرنے کی قدرت واختیار ہوتا، تو پھر وہ اپنی زندگی تکلیف ومشقت میں کیوں گزارتے؟ اگر انھیں اس کا اختیار دیا گیا ہوتا، تو ان کو اس اختیار کا استعمال کرنا چاہیے تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معجزات اور کرامات کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بہت سارے انبیا نے جنگوں اور معرکوں کا سامنا کیا اور اپنے قریبی ساتھیوں کو کھونا پڑا۔ اگر معجزہ اور کرامت کا اختیار ان کے پاس ہوتا تو ایسی بات نہ ہوتی۔ کسی قسم کے نقصان کے بغیر، دشمنوں کو زیر کر سکتے تھے اور انھیں مٹا سکتے تھے۔

کچھ لوگ کم علمی کی وجہ سے ان معجزوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھ لیتے ہیں کہ انبیا خود اپنی طاقت وقدرت سے ان کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس لیے آیئے! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ انبیاء ہی نہیں بلکہ دوسروں کے ذریعے بھی کرامات ظاہر ہوے ہیں۔ پرندوں کے ذریعے بھی اللہ معجزہ ظاہر کیا ہے۔ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ ہُد ہُد نامی پرندے نے سلیمانؑ سے بات چیت کی جو دوسرے ملک میں حکومت کرنے والی ملکہ کی کارروائی اور عمل سے واقف ہو کر نبی سلیمانؑ کو باخبر کیا۔

انہوں نے (سلیمان نے) پرندوں کا جائزہ لیا، تو کہنے لگے: کیا بات ہے کہ میں ہُد ہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا وہ میرے سامنے (اپنی غیر حاضری کے لیے) واضح دلیل پیش کرے۔ اس (ہُد ہُد) نے تھوڑی دیر کے بعد (آ کر کہا): ''میں نے وہ خبر معلوم کی ہے، جو آپ کو معلوم نہیں۔ میں سبا نام کے گاؤں سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔'' میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو ان لوگوں پر حکومت کرتی ہے۔ اسے ہر چیز دی گئی ہے۔ اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے کام ان کے لیے خوبصورت کر دکھا کر ان کو (صحیح) راہ سے روک دیا ہے۔ اس لیے وہ سیدھی راہ

نہیں پاتے۔کیا وہ لوگ اس اللہ کو سجدہ نہیں کریں گے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوی چیزوں کو نکالتا ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، وہ سب کچھ جانتا ہے ؟ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔(سلیمان) نے کہا : ''ہم جائزہ لیں گے کہ تو سچ کہہ رہا ہے، یا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے ؟'' میرا یہ خط لے جا، اور اسے ان کے پاس ڈال دے ۔پھر ان سے ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ؟ ''
(النمل 27:20-28)

قرآن کریم کے اس واقعہ سے ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہدہد پرندے کو انسان کی طرح عقل وفہم اور شعور ہوتا ہے، بلکہ ہم کو یوں سمجھنا چاہیے کہ سلیمانؑ کے لیے اللہ نے صرف ایک مرتبہ ایک پرندے کو ایسی قدرت وصلاحیت عطا کی تھی ۔اس سے یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہدہد کا یہ اپنا معجزہ اور کمال تھا، بلکہ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ہدہد پرندے کے ذریعے ظاہر کیا۔

اسی طرح سلیمانؑ کی فوج کا گزر جب چیونٹیوں کی بلوں پر ہوا، اس وقت ایک چیونٹی کی سمجھداری کے بارے میں قرآن میں یوں ذکر ہے:

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی بولی: ''اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تم کو کچل ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔''
(النمل 27:18)

یہاں پر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس چیونٹی کی یہ خاص قدرت تھی اور ان چیونٹیوں کو یہ بات سمجھنے کی صلاحیت تھی ۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ نے اپنی قدرت اس چیونٹی کے ذریعے ظاہر کیا تھا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض موقعوں پر اپنے رسولوں کے ذریعے بھی اپنی قدرت وکمالات ظاہر کرتا ہے۔

پرندے اور چیونٹی تو دور کی بات، اللہ کبھی اپنے دشمنوں کے ذریعے بھی اپنی قدرت

وکمالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ موسیٰؑ کے زمانے میں سامری نامی ایک شخص نے سونے سے ایک گائے کا بچھڑا بنایا، جس کے منہ سے آواز آئی۔ قرآن کریم میں اس کی وضاحت ہے۔

پھر وہ ان کے لیے (ان زیورات سے) مکمل جسم کے ساتھ ایک بچھڑا نکال لایا، جس سے (گائے کی سی) آواز نکلی۔ فوراً (ان میں نادان) لوگ کہنے لگے: ''یہی تمہارا معبود ہے، اور موسیٰ کا بھی معبود ہے۔ لیکن موسیٰ راستہ بھٹک گئے ہیں۔'' کیا وہ لوگ غور نہیں کرتے کہ وہ (بچھڑا) ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اور نہ ان کے نفع اور نقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ اور ہارون ان لوگوں سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم! اس (بچھڑے) کے ذریعے تمہاری آزمائش کی گئی ہے۔ تمہارا پروردگار تو رحمان (بے حد مہربانی کرنے والا اللہ) ہی ہے۔ اس لیے تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔ (طٰہٰ 20:88-90)

اللہ تعالیٰ نے سامری کے ذریعے ایک انوکھی بات کر دکھائی، تا کہ اس کے ذریعے موسیٰؑ کی قوم کی دین پر ثابت قدمی اور عقیدۂ توحید پر استقامت کا امتحان لیا جائے۔ جیسا کہ اس کا اندازہ نبی موسیٰؑ کے بھائی نبی ہارونؑ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! اس کے ذریعے تم کو آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ اس لیے کوئی یہ نہ سمجھے کہ سامری جب چاہے اور جیسا چاہے خرق عادت کرامات دکھا سکتا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب دجّال آ کر کچھ حیرت انگیز کمالات کر دکھائے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ دجال جو چاہے، جب چاہے، جیسا چاہے، کر دکھانے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیوں کہ ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دجال مرے ہوئے آدمی کو ایک بار زندہ کرے گا، مگر دوسری بار وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ (بخاری 1749، 6599)

شیطان نے بھی کئی کمالات کر دکھایا ہے اور آج بھی کر رہا ہے۔ وہ انسانوں کے دلوں

میں گھس کر ان کے خیالات کو بدلتا اور انھیں گمراہ کرتا ہے۔ان ساری باتوں سے یہی پتا چلتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اگر کوئی کرامت یا کوئی انوکھا کام کرتا ہے، تو ہم کو ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اللہ کے محبوب اور ولی ہیں، بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری آزمائش اور امتحان کے لیے برے لوگوں سے بھی کچھ کرامات ظاہر کر دیتا ہے۔

اللہ کا کلام قرآنِ کریم سے اتنے دلائل دینے کے باوجود، کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو اپنے پرانے باطل عقائد کو چھوڑنے سے ہچکچاتے ہیں۔

قبروں اور مزاروں میں جا کر کرامات کی امید رکھتے ہیں۔اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ درگاہوں میں بہت سی کرامتیں ہوتی ہیں۔

نبی عیسیٰ ؑ نے بہت سارے معجزے دکھائے۔ پھر بھی یہ لوگ عیسیٰ ؑ کو پکارنے اور ان سے مدد کی امیدیں رکھنے والے عیسائیوں کو کافر کہتے ہیں،مگر تعجب ہے کہ دوسروں کو جو عیسیٰ ؑ کے مقابلے میں ان کے ہمسر اور برابر کے نہیں ہیں،ان کو پکارنا اور ان سے مدد کی امیدیں وابستہ رکھنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔کیا وہ اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔

یاد رہے کہ اللہ نے انبیاے کرام کے ذریعے جتنے بھی معجزے ظاہر کیے وہ بس ان کی زندگی میں ظاہر کیے تھے۔مگر ان کے فوت ہوجانے کے بعد،اور اس دنیا سے چلے جانے کے بعد، ان سے کسی بھی قسم کی کرامات ظاہر ہونے کا تذکرہ قرآن واحادیث میں نہیں ہے۔مگر یہ درگاہ پرست لوگ تو کہتے ہیں کہ فوت شدہ ہستیاں آج بھی کی کرامتیں دکھاتے ہیں۔

ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:انسان کی موت کے بعد اس کے اعمال کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے۔(مسلم:3084)

کوئی بھی شخص اپنی زندگی ہی میں جب چاہے اپنی مرضی سے کوئی معجزہ وکرامت ظاہر نہیں کرسکتا۔موت کے بعد تو کسی بھی قسم کا عمل ہرگز نہیں ہوتا۔یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔

اگر بات ایسی ہے تو پھر لوگوں کے اس سوال کا کیا جواب ہوگا، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے درگاہوں اور مزاروں میں کرامتیں دیکھی ہیں۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اگر کرامتیں ہوتی ہیں تو ہونے دیں۔ کیا اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ قبر کے اندر جو مدفون ہیں ان کو پکارا جاسکتا ہے؟ اور ان سے مدد مانگی جاسکتی ہے؟ سامری نے بھی تو کچھ کمالات دکھائے تھے۔ اس کے کمالات دیکھ کر ہی تو لوگ اپنا ایمان ضائع کر بیٹھے تھے۔

کل اگر دجّال آجائے اور اپنے کمالات ظاہر کرنے لگے، تو کیا یہ قبر پرستی کرنے والے اس سے دعا مانگنے لگ جائیں گے؟ یا اس سے دعا مانگنے کا فتویٰ دیں گے؟

دوسری بات یہ ہے کہ درگاہوں اور مزاروں میں کرامتوں کی باتیں بھی صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے ایسی باتیں گھڑ کر عوام میں خوب پھیلاتے رہتے ہیں۔ ان افواہوں سے عام لوگوں کے دلوں میں ایسے عقائد اور خیالات جنم لیتے ہیں

فرض کیجیے کہ کسی مزار پر 1000 آدمی مالِ کثیر کی دعا کرتے ہیں تو پھر ہوسکتا ہے کہ چند دنوں میں ان میں سے ایک یا دو مال دار بن جائیں، نوسو اٹھانوے آدمی مال دار نہیں بن سکے۔ وہاں جانے سے نوسو اٹھانوے آدمیوں کو فائدہ نہیں ہوا۔ اس پر وہ کیوں غور نہیں کرتے۔

مال دار ہوجانے والے صرف دو آدمی، 998 آدمیوں کو بھی ملا کر سب کے لیے خوب اشتہار کا کام کرجاتے ہیں۔ مگر اسی درگاہ سے بے فائدہ رہے نوسو اٹھانوے آدمی منہ نہیں کھولتے۔ اگر وہ یہ کہتے کہ یہ کوئی ولی نہیں ہیں، ہمیں تو اس درگاہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، تو پھر بات ہی کچھ اور ہوتی۔ بلکہ وہ ایسا کہنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے۔ اس لیے وہ خاموش ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے صرف دو آدمی کی باتیں مشہور ہوجاتی ہیں۔ اسی بنا پر لوگوں میں یہ بات جڑ پکڑ جاتی ہے کہ درگاہوں میں کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ اولاد کی مانگ کرتے ہوے کئی درگاہوں کی چوکھٹوں پر جاتے ہیں۔مگران کواولاد نہیں ہوتی۔ ہزار آدمی میں دوآدمی کے حساب سے صرف درگاہ ہی میں نہیں بلکہ مندروں میں بھی ایسی کرامتیں ہوتی ہیں،عیسائیوں کے چرچ اور دیگر عبادت گاہوں میں بھی ہوتی ہیں۔اسی لیے لوگ درگاہوں سے زیادہ مندروں اور چرچوں میں نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ لوگ اپنی ضرورت وحاجت پوری ہونے پر ہی نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

اگر یہ بات مان لی جائے کہ درگاہ جانے سے فائدہ ہوتا ہے، اورحاجتیں پوری ہوتی ہیں،توایسی باتیں مندروں اور چرچ میں بھی ہوتی ہیں۔تو پھران کے دعوے کے مطابق وہاں جاکر دعا کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ درگاہ پرست لوگوں کا دعویٰ یہی نام نہاد فائدےاورکرامتوں کے بارے میں ہوتی ہیں۔

ہزار میں دوکو فائدہ اور کرامت کیسے ہوتی ہے؟ یہ بھی ہمارے لیے جاننا ضروری ہے تا کہ بات واضح ہوجائے۔یعنی ہرکام کے لیےاللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کیا ہے۔وقت آنے پروہ کام خود بخود ہوجائے گا۔

ٹھیک اس وقت پر اگر کوئی درگاہ میں ہو،تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ درگاہ میں مدفون بابا کی کرامت ہوگئی۔اسی طرح مندر جانے والوں میں کسی کا کام اللہ کےمقررہ وقت پر ہوجاتا ہےتو وہ وہاں کی مورتیوں اور دیویوں کا کام سمجھ لیتا ہے۔اگر وہ اُس وقت چرچ میں ہو، تو پھر عیسیٰؑ یا مریمؑ کی کرامت سمجھ لیتا ہے۔

یادرکھیں اگر یہ لوگ درگاہ یامندر یا چرچ کو نہ جاتے ،تو بھی مقررہ وقت پران کا وہ کام ہوجاتا اوران کی حاجت پوری ہوجاتی۔وقت آنے پرکوئی کام ایک لمحہ کے لیےآگے یا پیچھےنہیں ہوتا۔قرآن کریم میں اس بات کی ضاحت ہے۔

ہرامت کے لیے ایک وقت (میعاد) مقرر ہے۔ پھر جب ان کا وہ وقت آجائے گا، تو (اس سے) ایک گھڑی آگے بڑھیں گے اور نہ پیچھے رہیں گے۔(الأعراف 34:7)

(اے محمد!) کہہ دیجیے کہ میں تو اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جو اللہ چاہے۔ ہر قوم کے لیے ایک مقررہ وقت ہے۔ اور جب ان کا مقررہ وقت آجاتا ہے، تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔(یونس 49:10)

اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑنے لگتا، تو زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کا مقررہ وقت آجاتا ہے، تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔(النحل 61:16)

اسی لیے کرامتوں کے بارے میں اگر صحیح جانکاری ہوجائے تو پھر یہ اشکال دور ہوجائے گا۔

کیا خواب اللہ کا حکم ہوسکتا ہے ؟

صرف اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔ اس بات کو نہ ماننے والے اپنی طرف سے ایک اور دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا اگر کسی دوسرے سے دعا نہیں مانگنا چاہیے تو پھر یہ بزرگ خواب میں ہمیں اپنی قبروں اور درگاہوں کی زیارت کا حکم کیوں دیتے ہیں؟ کیا دین میں ممانعت کی گئی بات کے لیے اولیا بلا سکتے ہیں؟ یہ ان کے سوال ہوتے ہیں۔

خوابوں کے بارے میں صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایسے سوالات کرتے ہیں۔

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مجھے خواب میں دیکھا بے شک اس نے مجھے ہی خواب میں دیکھا۔ کیوں کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری:110، 6197)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان نبی کریم ﷺ کے سوا باقی کسی بھی شخصیت کی شکل

وصورت میں اور کسی بھی شخصیت کا نام لے کر لوگوں کے خوابوں میں آ سکتا ہے۔

کسی کے خواب میں کوئی یہ کہے کہ میں عبدالقادر جیلانی ہوں، تو یاد رکھیں کہ وہ بزرگ عبدالقادر جیلانی نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ شیطان خود خواب میں آ کر یہ کہہ سکتا ہے میں ہی عبدالقادر جیلانی ہوں۔ بلانے والا ضرور شیطان ہی ہے۔

خواب میں اگر ہم کسی کو پہچاننا ہے تو پہلے ہی اس کو حقیقتاً دیکھے رہنا ضروری ہے۔ تبھی تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے۔ ہم نے حقیقتاً جس سے ملاقات ہی نہیں کی اور دیکھا ہی نہیں تو پھر خواب میں دیکھ کر پہچان ہی نہیں سکتا کہ یہ فلاں شخص ہے۔

خواب میں عبدالقادر جیلانی کو دیکھنے کی بات کرنے والے ان کے دور میں تو نہیں تھے۔ ان کو براہِ راست دیکھا بھی نہیں، تو پھر وہ کیسے پہچان لیے کہ یہ عبدالقادر جیلانی ہیں؟

خواب میں کوئی شخص نظر آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہی شخص خواب میں آ گیا ہے۔ مثلاً آپ مجھے خواب میں دیکھتے ہیں اور مجھے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ آپ نے مجھے خواب میں دیکھا ہے۔ اس لیے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کل میں آپ کے خواب میں آیا تھا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ خواب میں اگر میں آیا بھی تھا، یا کچھ خواب میں آ کر کچھ کہا بھی تھا، تو خواب کی ان باتوں سے حقیقت میں میرا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اسی طرح کسی بزرگ کو آپ نے خواب میں دیکھا، تو یاد رکھیں کہ اس بزرگ کا آپ کے خواب سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ انھیں معلوم ہی نہیں کہ وہ آپ کے خواب میں آئے۔ اللہ تعالیٰ اچھے مقاصد کے لیے یا ہماری آزمایش کے لیے کئی قسم کے خواب ہمیں دکھائے گا۔

نبی ﷺ پر یہ دین مکمل ہو جانے کی وجہ سے دین کے احکام ہمارے خوابوں میں یا کسی کے بھی خواب میں نہیں آئے گا۔ اور اسی طرح دین کے خلاف کوئی حکم اللہ کی طرف سے خواب میں نہیں آئے گا۔

اس لیے اگر کوئی بزرگ یا ولی ہی کیوں نہ ہوں خواب میں آئیں اور دین کے خلاف کوئی بات کہیں، تو واضح ہے کہ وہ نہ ولی ہیں اور نہ ان کی بات دین کا ایک حصہ ہے۔

اور خوابوں پر عمل کرنا بے وقوفی ہے۔ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ کنویں میں گرا اور مر گیا یا اس کو ایسا کرنے کا حکم خواب میں ملتا ہے، تو صبح سویرے دوڑ کر وہ کسی کنویں میں گر کر مر نہیں جاتا۔ اسی طرح اگر ہم خواب میں کسی کو بڑی رقم دیتے ہوئے دیکھتے ہیں یا ایسا کرنے کا حکم ملتا ہے تو پھر صبح ہوتے ہی دوڑتے ہوئے ہم اس آدمی کو پیسے نہیں دے دیتے۔

ہم دنیا کے ایسے معاملے میں بڑے ہوشیار ور چالاک رہتے ہیں۔ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ نہیں کر جاتے اور کہتے ہیں کہ وہ محض ایک خواب تھا، جس پر ہم عمل کیوں کریں؟ مگر افسوس کہ دین کے معاملے میں خوابوں کا بہانہ بنا کر برباد ہو رہے ہیں۔

صرف انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے جب ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا، تو اس کو پورا کرنے کے لیے وہ تیار ہو گئے تھے۔ انبیا کے سوا کسی کا خواب قابلِ عمل نہیں۔

مستقبل میں فائدے دینے والی کچھ باتیں ہمیں خواب میں دکھائی دے سکتی ہیں، مگر شریعت کے احکام ہرگز خواب میں نہیں آسکتے۔

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وحی میں اب صرف مبشّرات (خوش خبریوں) کے سوا کچھ بھی باقی نہیں ہیں۔ تو صحابہ نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اچھے خواب۔ (بخاری: 6990)۔ اس لیے کہ خواب میں صرف خوش خبریاں آسکتی ہیں، مگر دین کا کوئی حکم خواب میں نہیں آئے گا۔

آخرت میں سفارش (شفاعت)

کچھ لوگ اپنے کاموں اور نظریے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ انبیاء

کرام اور اولیاء اللہ قیامت کے دن ہمارے سفارشی بنیں گے۔اور اسی لیے ہم ان سے دعا اور شفاعت طلب کرتے ہیں۔شفاعت کے بارے میں مکمل وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کو کچھ بھی فائدہ ونفع نہ دے سکے گا اور کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، نہ اس سے کوئی بدلہ وعوض (فدیہ) لیا جائے گا اور نہ اس کی مدد کی جائے گی۔(البقرۃ48:2)

اللہ کے سوا کوئی (اور) عبادت کے لائق نہیں۔وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے۔کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے؟ جو کچھ ان لوگوں کے آگے اور پیچھے ہے، سب کو وہ جانتا ہے۔اور لوگ اس کی معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جان سکتے، مگر جتنا وہ چاہے(بتائے گا)۔اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے۔اور ان دونوں کی حفاظت اس پر کچھ دشوار نہیں۔اور وہ بہت بلند اور عظمت والا ہے۔(البقرۃ255:2)

تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر بیٹھ گیا۔اور تمام کاموں کا انتظام کرتا ہے۔کوئی (اس کے پاس) اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکتا۔وہی اللہ ہے جو تمہارا پروردگار ہے۔اس لیے اس کی عبادت کرو۔کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟(یونس3:10)

اس دن رحمان جسے اجازت دے، اور اس کی بات کو پسند بھی کرلے، اس کے سوا (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی۔(طٰہٰ109:20)

اس کے ہاں سفارش (شفاعت) فائدہ نہیں دے گی، مگر جن کے لیے وہ اجازت دے۔آخر میں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوگی، تو وہ پوچھیں گے : "تمہارے

پروردگار نے کیا کہا ؟" وہ کہیں گے کہ سچ ہی کہا ہے ۔اور وہ بلندو بالا اور بڑا ہے ۔"
(سبا23:34)

جب ہم ان آیتوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اللہ کچھ لوگوں کو سفارش کے لیے اجازت دے گا اور ان کی سفارش قبول بھی کرے گا۔

نبی ہو یا نیک لوگ بہر حال وہ جب چاہیں اور جن جن کے لیے چاہیں اپنی مرضی سے اللہ کی اجازت کے بغیر، سفارش نہیں کر سکتے ۔اور اگر سفارش کریں بھی تو ان کی ساری سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔

سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں حوضِ کوثر پر رہوں گا۔ جو شخص بھی مجھ سے گزرے گا وہ اس کا پانی پیئے گا۔اور جو اس کا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔اور وہاں کچھ لوگ ایسے بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے۔لیکن پھر ان کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا۔تو میں کہوں گا: یہ تو میرے امتی ہیں۔مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں ایجاد کر لیں۔اس پر میں کہوں گا: دوری ہو اس شخص کے لیے، جس نے میرے بعد دین میں تبدیلی کر دی۔(بخاری:4635،4740)

دوسری روایت میں یوں ہے کہ میں کہوں گا: یہ میرے ساتھی ہیں۔ یہ میرے صحابہ ہیں۔مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! آپ نہیں جانتے کہ یہ لوگ آپ کے بعد دین میں نئی باتیں ایجاد کر لیں۔

انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ اپنے رب کے حضور سفارش کروانے کے لیے آدم، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے، مگر وہ سب سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے۔آخر میں لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کی درخواست کریں گے۔اس کے تعلق سے نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کی

بارگاہ میں سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ جتنی مدت تک چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر مجھ سے اللہ تعالیٰ کہے گا: سر اٹھاؤ، بات کرو، سنی جائے گی۔ سفارش کرو، قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی وہ حمد وثنا کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت سکھائے گا۔ پھر میں لوگوں کے لیے سفارش کروں گا۔ اس سفارش کے لیے اللہ تعالیٰ کچھ حدود مقرر کرے گا (یعنی چند خوبیوں سے متصف لوگوں کے حق میں سفارش کرنے کی اجازت دے گا)۔ میں ایسے مستحق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جاؤں گا۔ ایسا ہی معاملہ کئی بار ہوگا۔ ہر مرتبہ سجدے سے اٹھنے کے بعد سفارش کے لیے اجازت ملے گی۔ جن کو قرآن نے روک دیا اور ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دے دیا، ان کے سوا دوسروں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ (یہ صحیح مسلم کی ایک لمبی حدیث کا مختصر حصہ ہے)۔

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ قیامت کے دن سفارش ضرور ہے، مگر وہ صرف اللہ کی اجازت سے ہوگی۔ اور ذیل کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہوگا اس کے لیے اللہ کے نبی ﷺ کوئی سفارش نہیں کریں گے۔

عوف بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں میری سفارش صرف ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (مسلم:296)

جو لوگ انبیا، اولیا اور صالحین کی سفارش کی امید سے ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر ان کو پکارتے اور ان سے دعا مانگتے ہیں، ان کے یہ شرکیہ اعمال ہی ان کے حق میں سفارش کے لیے رکاوٹ بن جائیں گے۔ یہ بات درگاہوں اور مزاروں پر عقیدہ رکھنے والے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ یہ جان لیں کہ سفارش کے لیے اجازت دینے کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، تو پھر وہ ایسے شرکیہ عقائد اور اعمال سے بچ جائیں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ (نفع) نہیں دے سکتی۔ مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت دے، اور (وہ سفارش) پسند بھی کرے۔ (النجم 26:53)

جو کچھ ان کے آگے ہے، اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ سب سے وہ باخبر ہے۔ وہ (فرشتے) صرف ان ہی کی سفارش (شفاعت) کریں گے، جن کے لیے (اللہ) راضی ہو۔ اور وہ اس کے ڈر سے کانپتے رہتے ہیں۔ (الأنبیاء 28:21)

جن لوگوں کا کہنا ہے کہ سفارش ہی نہیں ہوگی، یہ بات غلط ہے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی غلط ہے کہ اولیا اور صالحین کو سفارش کا پورا اختیار ہے۔ وہ اپنی مرضی سے جن کو چاہیں گے، جہنم سے نکال لیں گے۔ کس کو، کب اور کس کے حق میں سفارش کی اجازت دینا ہے؟ یہ سارا اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

کفار مکہ اللہ کے ایک ہونے کو اور اس کی قدرتوں کو ماننے اور اقرار کرنے کے باوجود اللہ نے ان کو پھر بھی مشرک اس لیے کہا کہ انہوں نے اپنے صالحین اور بزرگوں کو خود مختار سفارشی سمجھا، پھر انہیں راضی کرانے کے لیے ان پر نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھاتے اور ان سے امیدیں رکھتے اور ان کو پکارتے تھے۔ اسی لیے انہیں اللہ تعالیٰ نے مشرک قرار دیا۔

کیا وسیلہ تلاش کرنا غلط ہے؟

قبروں میں مدفون بزرگوں سے مدد مانگنا، ان سے امیدیں وابستہ رکھنا کھلا شرک ہے۔ اس بات کو ہم کئی کئی دلائل پیش کر کے وضاحت کرنے کے بعد چوں کہ درگاہ پرست لوگ ان کا انکار نہیں کر سکتے، اس لیے بے جوڑ اور بے ربط دعویٰ کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اوراس کی راہ میں جہاد کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ گے۔ (المائدۃ 35:5)

اس آیت کو پیش کرتے ہوے وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہمیں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، اسی لیے ہم درگاہوں اور نیک لوگوں کا وسیلہ لیتے ہیں۔

آیئے اس آیت کا معنی ومفہوم جان لیں؛ اللہ ہی جب وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دے رہا ہے، تو پھر اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور انکار کرنا بھی نہیں چاہیے۔ مگر یہ لوگ وسیلہ کے معنی ومفہوم کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ وسیلہ کے معنی ایسی چیز کے ہیں، جو کسی مقصود کے حصول کا ذریعہ ہو۔ مثال کے طور پر سمندری سفر کے لیے کشتی کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے ذریعہ سمندری سفر آسان ہوجاتا ہے۔ تو اس مثال میں کشتی ہی وسیلہ (ذریعہ) ہے، جس کی مدد سے سمندری سفر ممکن ہے۔ اسی طرح اوپر چڑھنے کے لیے مدد کرنے والی سیڑھی کو وسیلہ کہا جائے گا۔ غرض اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذرائع تلاش کرو۔

قرآن کریم میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بطورِ ذرائع نماز، صبر اور دوسری عبادتوں کا ہی تذکرہ ہے۔ کسی شخص کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے بارے میں کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ وسیلہ کے معنی دلاّل کے بھی نہیں ہیں۔

اگر اللہ کے پاس کچھ مانگنا ہے تو پہلے اس کے احکام کو بجالانا اور اس کی عبادت کرتے ہوے اس سے دعا مانگنا چاہیے۔ اور اپنے نیک کاموں اور اپنی عبادت کو وسیلہ بناتے ہوے اللہ سے دعا کرنا چاہیے۔ یہی اس آیت کا مفہوم ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ درگاہ بنالیں اور مزاروں میں جاکر روئیں اور ان سے امیدیں رکھیں۔

اس بات کو اور اچھی طرح سمجھنے کے لیے اسی آیت میں اس کی دلیل ہے یہ آیت ''اے ایمان والو!'' کہہ کر شروع ہوتی ہے۔ اس خطاب میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور قیامت تک

آنے والے تمام مسلمان بھی شامل ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے تمام مومنوں کے لیے تین احکام دیئے ہیں۔ پہلا حکم یہ کہ اللہ سے ڈرو۔ یہ حکم صرف عام مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے نبی ﷺ کے لیے بھی ہے کہ وہ بھی اللہ سے ڈرتے رہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اللہ سے ڈرتے بھی رہے۔ دوسرا حکم اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یہ حکم بھی تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

''وسیلہ'' سے مراد نیک اعمال لیں گے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نیک اعمال کرو۔ چوں کہ نبی ﷺ نے ہم سے بڑھ کر بہترین طریقے سے اس کو پورا کیا ہے، اس لیے وسیلے سے نیک اعمال مراد لیناہی موزوں اور فعلِ رسول کے مطابق ہے۔

اس کے بجائے وسیلہ سے اگر اولیا کا دامن مراد لیں گے،، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اولیا کا دامن تھام لو۔ تو پھر یہ حکم نبی ﷺ اور دیگر نیک صالح لوگوں پر منطبق نہیں ہوتا۔

اے محمد! اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اس حکم کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ایک ولی کو تلاش کرو اور اس کا دامن پکڑلو، تو پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ محمد ﷺ نے کس ولی کو اپنا وسیلہ بنایا؟ آپ ﷺ نے کون سے پیر کا دامن پکڑا؟ وسیلہ کا غلط مطلب بیان کرنے والوں کو اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔

یاد رہے! یہ لوگ جن لوگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں، ان بزرگوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی وسیلہ تلاش کریں۔ تو پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ وہ کس کو اپنا وسیلہ سمجھتے تھے؟ اگر انھوں نے کسی شخصیت کو وسیلہ نہیں بنایا، تو کیا انہوں نے اس قرآنی آیت کی خلاف ورزی کی؟ اسی لیے وسیلہ کا مطلب اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کسی شخص کو دلاّل ماننا بکواس کے سوا کچھ نہیں۔

مثلاً ہم کسی شخص کے پاس ملازم ہیں۔ مالک سے کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے سارے احکام بجالائے، آپ کی باتوں پر عمل کیا، اس لیے آپ میری مدد کریں۔ تو یہ بات معقول ہوگی۔

اگر میں اس مالک کے پاس اگر یہ کہوں کہ فلاں ابراہیم نے آپ کے احکام پر بہت اچھی سے طرح عمل کیا اور وہ نیک آدمی ہیں، لہٰذا آپ میری مدد کریں۔ تو مالک مجھے پاگل سمجھے گا. اور کہے گا: ارے بے وقوف! اگر ابراہیم نے میری بات سنی اور نیک آدمی ہیں، تو میں ان کی مدد کروں گا۔ ان کے نیک ہونے کی وجہ سے میں تیری مدد کیوں کروں؟

اسی طرح ان لوگوں کا اللہ کے پاس یہ دعا کرنا بھی کہ فلاں کے واسطے اور فلاں کے وسیلے سے مجھے عطا فرما، بے شک غیر معقول بات اور بکواس ہی ہے۔

اگر کوئی یہ دعا کرے کہ اے اللہ! نبی ﷺ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، مجھے فلاں چیز عطا فرما، تو کیا اللہ اس سے غضب ناک نہ ہوگا؟ کیا اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ نبی ﷺ کے واسطے تیری کیوں مدد کروں؟ یہ بتا تو نے میرے لیے کیا کیا ہے؟ یہ سیدھی سی بات جو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ مگر درگاہ پرست لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ اس بات کی سمجھ نہیں رکھتا۔

ایک نیک آدمی کی اچھائی بتاتے ہوے دوسرا شخص مدد مانگے، تو اس سے زیادہ بے وقوفی اور مضحکہ خیز چیز کیا ہوگی؟ ہم سے اگر کوئی ایسا سوال کرے تو بہت غصہ آئے گا۔ مگر اللہ کے پاس درگاہ پرست لوگ ایسی ہی دعا کرتے ہیں۔ اللہ کی عزت وجلال اور عظمت وکبریائی میں اس سے زیادہ کمی اور تنقیص اور کیا ہوسکتی ہے؟

صحابہ کرامؓ نے جو نبی کریم ﷺ کے پاس علم دین سیکھا اور تربیت پائی، کبھی نبی ﷺ کی قبر پر جا کر وسیلہ تلاش نہیں کیا، اور نہ نبی ﷺ کے طفیل یا واسطے سے اللہ کے پاس دعا مانگی۔

اس لیے یہ لوگ وسیلہ تلاش کرنے کی آیت کو اگر صحیح طریقے سے سمجھ جائیں گے، تو اس طرح دعویٰ نہیں کریں گے، اور ان کو واضح ہو جائے گا کہ دوسروں کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگنا در اصل ایسا کام ہے، جو اللہ کی عزت کو کم کرتا اور اس کے وقار کو گھٹا دیتا ہے۔

کیازیارت کرنا سنتِ رسول نہیں؟

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا ہے۔ اس بنیاد پر نیک بندوں کی قبروں کی زیارت کرنے اوران سے دعا کی درخواست کرنے میں کیا غلطی ہے؟

اس دعویٰ میں بھی بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ نبی ﷺ کی زندگی میں صحابہؓ نے نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ اس کے لیے کافی ثبوت ہیں۔ مگر صحابہؓ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی قبر کے پاس جا کر کبھی اپنے لیے دعا کی درخواست نہیں کی۔ قبر سے دور اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی ایسی دعا نہیں کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ میرے حق میں دعا کیجیے۔

زیارت کا حکم جس مقصد کے لیے دیا گیا تھا اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کام کے لیے اس کو دلیل نہ بنایا جائے۔

بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ لیکن اب جان لو! (اس کے بعد) قبروں کی زیارت کرو۔ کیوں کہ وہ آخرت کی یاد دلائے گی۔ (ترمذی:974)

یہی حدیث زیارت کے بارے میں کتبِ احادیث میں درج ہے۔ شروع میں قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا۔ بعد میں نبی ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔ سرسری طور پر نہیں بلکہ گہرائی سے جائزہ لینے پر پتا چلتا ہے کہ یہ حدیث درگاہ پرستی کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے زیارت کی اجازت دیتے وقت ہی زیارت کا اصل مقصد بھی واضح کر دیا ہے۔ یہی بات غور کرنے کی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی وجہ بتادی کہ آخرت کی یاد دلائے گی۔ دوسری روایت میں موت کی یاد اور کچھ روایتوں میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی رغبت کم کرے گی۔

قبروں کی زیارت کی اجازت صرف اس لیے دی گئی کہ یہ احساس دلائے کہ ان قبروں میں مدفون لوگوں کی طرح ایک دن ہم کو بھی مرنا ہے۔ یہ احساس دلانے کے لیے ہی زیارت کی

اجازت دی گئی ہے۔قبروں کی زیارت کی اجازت اس مقصد کے لیےنہیں کہ مدفون لوگ بڑے اولیا تھے، یاان کی دعالینا ہے، یاان سے فیض حاصل کرنا ہے۔مزید وضاحت کے لیے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ اولیاوصالحین کی قبروں کی زیارت کرو، بلکہ صرف یہ کہا کہ قبروں کی زیارت کرو۔تواس سے مرادعام قبرستان ہے۔

زیارت کی اس سنتِ رسول پرعمل کرنے کے لیے کہیں دورسفر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے ہی گاوں کے قبرستان جا کراپنی موت اورآخرت کو یاد کرنے سے زیارت کا ثواب مل جائے گا۔اوربھی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ غور کریں گے،تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے زیارت قبر کا جومقصد بتایا، وہ درگاہ جانے پرحاصل نہیں ہوگا۔

کیوں کہ وہاں درگاہوں پر جو کچھ ہوتا ہے وہ آخرت کی یاد بھلادینے کے لیے کافی ہے۔قبروں پراونچی اورعالی شان عمارتیں،عطراور پھولوں کی خوشبو،مرداورعورت کا اختلاط،چھیڑ چھاڑ،عُرس کے نام سےقوالیاں،راگ راگنی کےساتھ ناچ گانے اورحیاسوزحرکتیں ہوتی ہیں۔ کیاان سے موت اورآخرت یادآئے گی؟

یہ بات سب جانتے ہیں کہ جس مقصد کے لیےاللہ کےرسول نےقبروں کی زیارت کی اجازت دی تھی، وہ مقصد یہ درگاہیں پوری طرح تباہ کردیتے ہیں۔اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔علاوہ ازیں زیارت کا مطلب صرف اولیا کی قبروں کی زیارت نہیں ہے۔جیسا کہ ذیل کی حدیث سےبھی معلوم ہوتا ہے۔

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نےفرمایا: میں نے اپنی ماں کی مغفرت کی دعا کے لیےاللہ سےاجازت چاہی۔اس نے اجازت نہیں دی۔پھرمیں نےان کی قبرکی زیارت کی اجازت مانگی،تواللہ نےاجازت دےدی۔(مسلم:1621،1622)

کسی بھی مسلمان بھائی کے لیےمغفرت کی دعا کرنا شریعت میں بالکل جائز ہے،مگر

مشرک کے لیے مغفرت کی دعا کرنا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اس نبی (محمد) اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش (معافی) طلب کریں۔ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ واضح ہو چکا کہ وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ (التوبۃ 113:9)

نبی ﷺ کی والدہ کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھیں۔ اس کے باوجود اللہ زیارتِ قبر کی اجازت دیتا ہے۔ تو اس سے ہم زیارت کا اصل مقصد اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

یاد رکھیں! زیارت اولیاء اللہ کے لیے نہیں بلکہ اپنی موت کی یاد کے لیے ہے۔ غیر مسلموں کی قبر کی زیارت سے بھی یہ مقصد اصل ہو جائے گا، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے درگاہوں کے بارے میں سخت تنبیہ کی ہے اور حکم دیا ہے کہ درگاہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کہیں درگاہ ہو تو اس کو ڈھانے کا حکم دیا ہے۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ جس کو ڈھانے، مار گرانے اور زمین بوس کرنے کا حکم دیا گیا ہو، کیا اس کی زیارت کا حکم دیا جائے گا؟

جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قبروں پر تعمیر کرنے اور اس کو پختہ (پلاستری) کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم: 1610) عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ (بخاری: 5816,4444,4441,3454،1390,1330,437,436)

عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کوئی نیک آدمی وفات پاتا، تو وہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے تھے۔ اللہ کی پوری مخلوق میں یہی بدترین قسم کے لوگ ہیں۔ (بخاری: 3873,1341,434,427)

ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری قبر کو

عبادت گاہ نہ بنادے۔(مسند الحمیدی)۔اللہ کے رسول ﷺ نے جن باتوں سے منع فرمایا ہے اسی کی طرف جانا کیسی عبادت ہے؟ یہی قابلِ غور بات ہے۔

لہٰذا زیارتِ قبر کا، درگاہوں کی زیارت سے اوران میں مدفون بزرگوں سے مانگنے سے کوئی تعلق نہیں۔

انسانوں سے مدد مانگنا

اللہ ہی سے مدد مانگنے کے بارے میں جب ہم سمجھاتے ہیں تو یہ درگاہ پرست لوگ ایک اورسوال کرتے ہیں۔وہ یہ کہ زندگی میں ایک دوسرے سے مدد حاصل کرنا اوراپنی ضروریات کے تحت ایک دوسرے سے مانگنا ایک عام بات ہے۔اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ نبی ﷺ سمیت سبھی دوسروں سے مدد طلب کرتے تھے۔

ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کے بغیر کوئی زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ایسی حالت میں وفات شدہ اولیا سے مدد طلب کرنے میں کیا حرج ہے؟ درگاہ پرست لوگوں کے اس سوال کے بارے میں تفصیل سے جاننا بہت ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔(المائدۃ 2:5)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ہاں،اسلام منع کرتا ہے، تو کسی شخص کو اللہ کی صفات سے متصف اوراس کی طرح قدرت والا سمجھ کراس سے دعا اور مدد طلب کرنے سے منع کرتا ہے۔

وفات شدہ شخص کو پکارنے اوراس سے مدد مانگنے میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ وہ خدائی صفتوں والا ہے۔مگر زندہ شخص سے مدد مانگنے پرلوگوں کا عقیدہ ایسا نہیں ہوتا۔

مثلاً کوئی شخص کسی وفات شدہ اولیا کی قبر کے پاس اپنی بیماری سے شفا طلب کرتا،ان کو

پکارتا اور ان سے امیدیں رکھتا ہے۔ دوسرا شخص کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر کہتا ہے کہ مجھے اپنی بیماری سے چھٹکارا دلا کر صحت یاب بنایئے۔ بظاہر ان دونوں کے کام ایک ہی جیسے ہیں، مگر حقیقت میں کئی بڑے بڑے فرق پائے جاتے ہیں۔

دونوں میں پہلا فرق:۔

ڈاکٹر سے رجوع کرنے والا، اپنی آنکھوں سے ڈاکٹر کو سامنے دیکھتا ہے۔ اور ڈاکٹر بھی اس کو دیکھتے ہیں، جب کہ قبر پرست آدمی، اپنی آنکھوں سے قبر میں مدفون بزرگ کو نہیں دیکھتا، لیکن یہ عقیدہ رکھتا ہے جیسے اللہ غیب سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح یہ وفات شدہ اولیا بھی دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ اسی لیے وہ ان سے فریاد رسی کرتا ہے اور ان کو پکارتا ہے۔

ہم اللہ کو نہیں دیکھتے مگر وہ غیب سے ہماری نگرانی کرتا ہے، ہماری دعائیں سنتا ہے، اور ہماری حالت سے واقف ہے۔ یہ قبر پرست لوگ اللہ کی یہی صفات قبروں میں مدفون اولیا کو دے دیتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر سے مدد حاصل کرنا اس قسم کی نہیں ہے۔

دونوں میں دوسرا فرق:۔

ڈاکٹر سے علاج کے وقت بیمار سمجھتا ہے کہ یہ ڈاکٹر جہاں تک ہو سکے اپنی کوشش کریں گے، کبھی اچھے سے اچھا علاج اور ساری کوششیں بھی بے فائدہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اگر ڈاکٹر بہترین تشخیص کا عہد کر لیں تو بھی یہ ضروری نہیں کہ شفایابی ہو جائے گی۔ یہ سب دل سے مان کر ہی ڈاکٹر سے رجوع کرتا ہے۔ مگر مزاروں اور درگاہوں پر حاضری دینے والے کا عقیدہ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم فلاں درگاہ میں مدفون بابا کو منالیں اور وہ ارادہ کر لیں تو پھر شفا یقینی ہے۔ غرض وہ قبروں میں مدفون بزرگوں کو انسانی کمزوری سے پاک اور تمام کاموں پر قادر سمجھتا ہے۔

دونوں میں تیسرا فرق:۔

ڈاکٹر سے رجوع کے وقت یہ بات واضح ہے کہ یہ ڈاکٹر ایک وقت پر ایک ہی مریض کی باتیں سنتے ہیں۔ بہ یک وقت سب مریض مل کر اپنی اپنی بیماری بتانے لگیں، تو وہ سن کر سمجھ نہیں پائیں گیں۔اسی امید سے لوگ ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں، مگر درگاہوں اور مزاروں کا حال اس سے مختلف ہے۔ وہاں ایک ہی وقت میں کئی لوگ پکارتے، دعا کرتے اور مدد طلب کرتے ہیں۔دنیا کی کئی جگہوں سے کئی لوگ اس ولی کو پکارتے اوران سے مدد چاہتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے یہاں کے لوگ ان کے مزار کی طرف رجوع کرتے ہیں اوران سے امیدیں رکھتے ہیں۔ یعنی درگاہ پرست لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اولیا، جو درگاہوں میں دفن ہیں، اللہ کی طرح ہر ایک کی پکار سنتے، ہرزبان جانتے اور ہرایک کے حال سے واقف ہیں۔اسی لیے ان کو پکارتے ہیں۔

ڈاکٹر سے رجوع کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر کے سننے کی قوت تو بس اپنے سننے کی قوت کی طرح ہی ہے، جب کہ درگاہ کی طرف رجوع کرنے والا یہ یقین کرتا ہے کہ مرے ہوے آدمی کے سننے کی قوت، اللہ کے سننے کی قوت کے برابر ہے۔

دونوں میں چوتھا فرق:۔

ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر اپنے علم وفن کے ذریعے علاج کرتے ہیں۔اور یہ واضح ثبوت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی قدرت عطا کی ہے۔مگر ہم مرے ہوے آدمی کے پاس ایسی قدرت نہیں دیکھتے۔اور مرنے کے بعد ایسی قدرت حاصل ہونے کے سلسلے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔اس سے بھی واضح بات یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں جو قدرت وکمال رکھتا ہے، وہ بھی اس کے مرتے ہی ختم ہوجاتا ہے۔ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی جتنی صلاحیت

زندگی میں ہوتی ہے، وہ سبھی موت کے بعد انسان کھو دیتا ہے۔اس کے لیے ہی دلائل ہیں۔

دونوں میں پانچواں فرق:۔

ڈاکٹر اپنے مریض کا علاج دوا، انجکشن کے علاوہ آلہ اور ذرائع کی مدد سے کرتے ہیں۔ کبھی آپریشن بھی کرتے ہیں۔ یہ سب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔مگر قبروں میں مدفون لوگوں پر یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ بغیر کسی ظاہری وسائل کے وہ مریض کو شفا دے دیں گے۔اور مرادیں پوری کر دیں گے۔یعنی درگاہ پرست لوگوں کا عقیدہ یہ ہو جاتا ہے کہ جس طرح اللہ مدد کرتا ہے اسی طرح فوت شدہ لوگ بھی مدد کرتے ہیں۔

صرف سمجھانے کے لیے ہم نے یہاں ڈاکٹر کی مثال بتائی ہے۔وزیر ہو یا افسر، مالک ہو یا کوئی تاجران سب سے مدد حاصل کرنا، ڈاکٹر سے مدد لینے کی طرح ہی ہے۔مگر جن کو صوفی، بزرگ، ولی اور اللہ والے مانا جاتا ہے، ان سے جس طرح کی مدد مانگی جاتی ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ان کو اللہ رتبہ دے کر، اللہ کے مقام تک پہنچا کر ان سے مدد مانگی جا رہی ہے۔چوں کہ قبوری حضرات نے اس فرق نہیں سمجھا، اس وجہ سے یہ سوال کرتے ہیں۔

بہر حال آدمی جب کسی دوسرے آدمی سے مدد چاہتا ہے، تو اس کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ مدد کرنے والا، کوئی خدائی صفت رکھتا ہے۔اسی طرح وہ مددگار بھی اپنے آپ کو خدائی اختیارات والا نہیں سمجھتا۔مگر افسوس! قبروں، مزاروں اور درگاہوں میں مدفون بے جان لوگوں کو اللہ کی صفتوں کے حامل سمجھا جاتا ہے۔

شرک کے نقصانات

درگاہ میں مدفون ولی کو اللہ کا شریک تصور کیا جاتا ہے۔اس لیے درگاہ پرستی اللہ کے ساتھ شرک ہے، جو سب سے بڑا گناہ ہے۔یاد رکھیں! دوسرے گنہ گاروں کو ملنے والی معافی بھی

شرک کرنے والوں کو ہرگز نہیں ملتی۔اور یہ لوگ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔اس طرح شرک کا ارتکاب کرنے والوں کے نیک عمل بھی ضائع اور برباد ہو جاتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔ اس سے کم درجہ کے (دوسرے) گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے۔اور جو کوئی اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک بناتا ہے، وہ بہت بڑے گناہ ہی کا تصور کرتا ہے۔(النساء 48:4)

جن لوگوں نے کہا کہ مریم کا بیٹا مسیح ہی اللہ ہے، انہوں نے (اللہ کا) انکار کر دیا۔اور مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔جس نے اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے۔اس کے پہنچنے کی جگہ دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔(المائدۃ 72:5)

انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے سپرد کر کے اسے پکارتا ہے۔پھر جب وہ اس کو اپنی نعمت عطا کرتا ہے، تو وہ جس (ضرورت) کے لیے پہلے اس کو پکارتا تھا، اسے بھول جاتا ہے اور اللہ کے شریک بناتا ہے، تاکہ اس کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کر دے۔(ایسے شخص سے) کہہ دیجیے: "تو اپنے (پروردگار کے) انکار کے کچھ دن مزے اڑا لے۔تو دوزخ والوں میں سے ہے۔"(الزمر 8:39)

آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے (انبیا) کی طرف بھی یہ وحی کی جا چکی ہے کہ آپ اگر شرک کریں گے (کسی کو اس کا شریک بنائیں گے)، تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا۔اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں (شامل) ہو جائیں گے۔بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کیجیے۔اور اس کے شکر گزار بن کر رہیے۔(الزمر 65:39، 66)

یہی اللہ کی ہدایت و رہنمائی ہے، جس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا

ہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔اور اگر وہ لوگ شرک کرتے ،تو جو (نیک) عمل وہ کرتے تھے، سب ضائع ہو جاتے۔(الانعام 88:6)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا تھا، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔(بخاری: 4497)۔

ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوی کہ جو لوگ ایمان لائے، پھر اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، ان ہی کے لیے امن وسلامتی ہے۔اور وہی سیدھی راہ پر ہیں (الانعام 82:6)، تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون شخص ایسا ہے جو ظلم نہ کیا ہو؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ظلم سے مراد شرک ہے۔جس طرح لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا (سورہ لقمان: 13:31) کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(بخاری: 32، 3360، 3428، 3429، 4629، 4776، 6918)

ہم سب اللہ کی سخت تنبیہ سے ڈر کر درگاہ پرستی سے باز آ جائیں گے۔اور مزار پرستی سے دست بردار ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆